مکاتیب

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ

بنام

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بانی و مؤسس جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

وذکر کرامات شیخؒ

مرتب

خالد سیف اللہ عفا اللہ عنہ

خادمِ حدیث، افتاء و جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

ناشر:

شعبۂ نشر و اشاعت جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

01331232357=232206

تفصیلات

نام کتاب: مکاتیب حضرت شیخ محمد زکریاؒ

نام مرتب: حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی حفظہ اللہ تعالیٰ ورعاہ،
شیخ الحدیث وناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ۔

صحبت یافتہ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ نقشبندی مجددی، نور اللہ مرقدہ وبرد اللہ مضجعہ
اجازت یافتہ شیخ طریقت عارف باللہ حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم
وپیر طریقت واقفِ اسرارِ حقیقت حضرت شیخ آصف حسین صاحب فاروقی نقشبندی مدظلہ العالی برطانیہ
وجامع الاوصاف حضرت مولانا سید محمود حسن صاحب مدظلہ العالی
خلیفہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

سنِ اشاعت ثالث شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ ۲۰۱۲ء

تعداد: ایک ہزار ۱۰۰۰

قیمت: ۵۰

تصحیح وتزیین عبد الواجد رشیدی ندوی خادم تدریس جامعہ ہذا
abdulwajid22@rediffmail.com
09412508475

کمپوزنگ کمپیوٹر محمد دلشاد رشیدی 09358199948

ملنے کے پتے

شعبۂ نشر واشاعت جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ
شریفیہ بکڈپو گنگوہ، ضلع سہارنپور، یوپی، انڈیا۔

اس کتاب میں

تأثرات ونصائح

پیر طریقت حضرت الحاج مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم

صاحبزادۂ محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ

جناب مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب ناظم ومہتمم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بندہ کچھ دنوں سے کچے گھر میں محبوس ہے، سفر بند ہے، قرب وجوار میں بھی جانا نہیں ہورہا ہے، کچھ دن ہوئے حضرت قاری شریف احمد صاحبؒ کے سلسلے میں جو مکاتیب وکرامات حضرت شیخ کے آئے تھے، ان کی فائل بھی پہونچی تھی، بندہ اسے تفصیلی تو نہ دیکھ سکا سرسری دیکھا، اللہ تعالیٰ اس سے امت اور مدرسہ کو فائدہ پہونچائے، بندہ آج کل عام طور سے عرض کرتا ہے کہ مدرسہ میں دو کتب خانے ہونے چاہئیں، ایک طلبہ اور عملہ کے لئے اور ایک تجارتی، گھر گھر کتاب پہنچ کر عورتوں کا ذہن یہ ہونا چاہئے کہ بچہ کو مکتب میں بھیجنا ہے، اسکول میں نہیں، ہمارا بچہ وبا کی طرح اسکول میں جاکر ہاتھ سے نکل رہا ہے، ہم سبھوں کو اس کی فکر کرنی چاہئے، تقریر سے، نصیحت سے، تصنیف سے کہ ہمارا بچہ پڑھنے پڑھانے میں لگے تاکہ چھوٹے مکتبوں کے لئے اساتذہ ہمارے پاس موجود ہوں، بڑے مدرسے اپنے ماتحت علاقوں میں مکاتب قائم کریں جس سے ہمارا ماحول بڑھے، اللہ تعالیٰ ان معروضات پر قارئین کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور علماء ومشائخ کو عوام کی توجہ اس طرف کرانے کی توفیق عطا فرمائے، والسلام۔

حروف اولیں

عالم میں گزرے ہوئے تمام ہی اکابر، علماء، صوفیاء، مشائخ کے حالاتِ زندگی تاریخ کا ایک سنہرا باب اور بعد میں آنے والوں کیلئے نمونۂ عمل و مشعل راہ ہیں، ان بزرگوں میں چند ایسی جامع اور عظیم المرتبت شخصیات گزری ہیں، جن سے امت مسلمہ کو علمی و روحانی بہت ہی فیض پہنچا اور پہنچ رہا ہے، ان ہی آفتاب و مہتاب ہستیوں میں ایک نام جو بڑی قدر و منزلت اور محبت و حلاوت کیساتھ لیا جاتا ہے وہ منبع الفیوض والبرکات، سرتاج المشائخ، قطب عالم، شیخ الحدیث، حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، جن کو علم حدیث کی مخلصانہ خدمات، تدریس و تالیف نے علم و فضل کے بہت ہی بلند مقام پر پہونچایا تھا۔

آپ نے زہد و ورع، تقویٰ، طہارت، اخلاص وللّٰہیت، عشقِ الٰہی، و حُبّ نبویؐ، حُبِّ صحابہؓ و اسلاف کرامؒ کی عظمت و محبت کے قابل تقلید آثار اور نمونے چھوڑے، اور تواضع اور سادگی میں خیر القرون کی یاد تازہ کردی، علم حدیث کی ایسی خدمت انجام دی کہ شیخ الحدیث کا لقب آپ کے نام کے قائم مقام ہوگیا، اور آج تک علی الاطلاق یہ لفظ بولنے سے آپ ہی کی طرف تبادرِ ذہن ہوتا ہے۔

حدیث پاک کی بے نظیر توضیحات و تشریحات نے آپ کو زمانہ کے علماء کا امام بنادیا، اور علم حدیث کی تحقیق و تخریج، تشریح و توضیح میں نہایت عمدہ اور مفید کتابیں تصنیف کیں کہ رہتی دنیا تک طالبین حدیث میں کوئی بھی ان سے استفادہ کئے بغیر نہ رہ سکے گا۔

خصوصاً خصائلِ نبویؐ شرح شمائلِ ترمذی، اوجز المسالك شرح مؤطاء امام مالك [1] لامع الدراری علی جامع البخاری [2] الکوکب الدری [3] الابواب والتراجم للبخاری [3] بیش بہا تصنیفات ہیں۔

فضائلِ اعمال کی عنداللہ وعندالناس مقبولیت

فضائلِ اعمال یعنی فضائل نماز، فضائل رمضان، فضائل قرآن، فضائل ذکر، فضائل حج، فضائل تبلیغ، فضائل صدقات پر مشتمل رسالے تو جن کو حضرت اقدسؒ نے اپنے بزرگوں کے اشاروں اور ارشاد پر تصنیف فرمائے، پوری دنیا میں مشہور و معروف اور ایسے مقبول و مؤثر ثابت ہوئے کہ ہر مسجد میں پڑھے جاتے ہیں، اور امت کو ان سے فائدہ کثیرہ حاصل ہو رہا ہے، سننے میں لذیذ سمجھنے میں آسان، عمل کا جذبہ ابھارنے میں بے مثال، اثر رکھنے والے اور شوق انگیز ہیں، انکی نافعیت و جامعیت اور تأثیر مسلم الثبوت ہے۔

بعض لوگوں نے اگرچہ اس کتاب کی جگہ دوسری کتابوں کو بھی رکھا اور رائج کرنے کی پوری کوشش و سعی کی اور کی جارہی ہے لیکن جو فیض، برکت، لذت و حلاوت، انوار و برکات اور مؤلفِ علام کے بے پناہ خلوص وللٰہیت کی وجہ سے قلوب پر اثراتِ عظیمہ اور

---

[1] جس پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک مالکی عالم نے کہا تھا کہ ہم نے ایسی شرح نہیں دیکھی جسمیں اسقدر علوم و معارف ہوں، اور ہمارے مسلک کی اتنی جزئیات ہوں، حالانکہ آپ حنفی مسلک کے عالم ہیں، اس کی تالیف میں حضرت قدس سرہ کے تیس سال صرف ہوئے۔ [2] یہ دونوں حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہیؒ کی درسی تقاریر ہیں، جن کو حضرت مولانا یحییٰ صاحبؒ نے عربی میں لکھا تھا، اور حضرت شیخؒ نے ان پر حواشی لکھ کر چار چاند لگادئے، اور جامع شروحات بنادیا۔ [3] الابواب والتراجم تو گویا بخاری شریف کی ایک جامع اور مختصر شرح ہے، جو امام بخاریؒ کے مقاصد و اغراض کو واضح کرنے میں بے مثال ہے۔

انسان کے باطن کی تبدیلی میں اسکی عجیب وغریب کیفیات مشاہدہ میں آتی ہیں، اسکے شاہد ایک نہیں، ہزاروں نہیں، لاکھوں ہیں اور کیوں نہ ہوں جبکہ ان تحریرات میں ہزاروں شب بیداریوں، آہ وبکاء، عشق اور فناء فی اللہ وفنا فی الرسول ﷺ کے جذبات اور نہایت ذکر وفکر، مراقبے ومشاہدے اور مصاحبت وخلوت مع اللہ استغراق باللہ اور امت کے درد وغم میں ڈوب کران کو ہدایت پر لانے کے طریقے اور راہ عشق وفاء میں چلنے والوں کے واقعات جوایک سالک کے لئے بارگاہ رب العزت والجلال میں وصول کے لئے بہترین رفیق ثابت ہوتے ہیں، جس کی کوئی نظیر ومثال پیش نہیں کی جاسکتی، حضرت شیخ جب کوئی تصنیف وتالیف فرماتے تو حضرت والدؒ کو اپنی تالیفات وتصنیفات خصوصیت کے ساتھ عنایت فرماتے اور وہ گھر میں لاتے والدہ ماجدہ اور تمام بہنیں اور گھر کے تمام افراد بڑے اہتمام وادب واحترام سے انکو پڑھتے اور سنتے اور فیضیاب ہوتے۔

بات یہ چل رہی تھی کہ تعلیم وتدریس کے ساتھ ساتھ تصوف وروحانیت، بیعت وارشاد، ذکر وفکر کی تلقین اور مجالسِ ذکر کے اہتمام کرانے میں آپ ایک مجدّدِ زمانہ کی حیثیت رکھتے تھے، اس فکر کو لیکر ضعفِ جسمانی وپیرانہ سالی کے باوجود ہمت مردانہ وقوت روحانی کے ساتھ پوری دنیا میں آپ نے گشت فرمایا اور جگہ جگہ ذکر کے حلقے قائم کرائے اور اللہ کے ذکر کو عام کرنے کے لئے تن من دھن کی بازی لگادی، جس کو آج ایک طبقہ انفرادی عمل کہہ رہا ہے اور بے سروپا واقعات سے استدلال کر رہے تاکہ ذکر وفکر کی عظمت، اہمیت اذھان وقلوب سے محو ہوجائے، انا للہ وانا الیہ راجعون، جس ذاکر وعابد کا بچپن وشباب اور عمر مبارک کا تمام آخری دور ذکر وفکر اور خانقاہیت سے عبارت ہو اسکی طرف ایسی بات کی نسبت جس سے ذکر کی عظمت پر حرف آتا ہوایک

افتراء معلوم ہوتی ہے، جبکہ ذکر اجتماعی وانفرادی کے اسقدر فضائل ہیں جن سے قرآن وحدیث بھرے ہوئے ہیں۔

حضرت مولانا علامہ فہامہ اللہ یار خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ دلائل سلوک میں تحریر فرماتے ہیں:

ذکرِ الٰہی کمیت اور کیفیت کے اعتبار سے مطلق ہے

اس اصول کے پیش نظر صوفیائے کرام نے ضرورت، مناسبت، موزونیت اور افادیت کے اعتبار سے جو صورت بہتر سمجھی اسے اختیار کرلیا، کہیں انفرادی طور پر ذکر کرنے کی تلقین کی کہیں اجتماعی ذکر کی صورت اختیار کی مگر بعض نادان لوگ اجتماعی ذکر اور حلقۂ ذکر کو بدعت کہہ دیتے ہیں حالانکہ مذکورۃ الصدر اصول کی بناء پر اسے بدعت کہنا غلطی ہی نہیں بلکہ خود ایک بدعت ہے۔

اجتماعی ذکر کا ثبوت

قال تعالی: واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغداة والعشي يريدون وجهه اورآپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح وشام اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں۔

اس آیت کے حصہ مع الذین سے اجتماعی ذکر اور حلقۂ ذکر کا ثبوت ملتا ہے، حضور اکرم ﷺ کو بھی ان کی معیت کا حکم ملا ہے، اس سے ذکرِ اجتماعی کی فضیلت بھی ظاہر ہوگئی۔

حدیث سے اس کی تائید

عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ان للّٰہ ملائکۃ یطوفون فی الطریق یلتمسون أھل الذکر فاذا وجدوا قومایذکرون اللّٰہ تنادوا ھلموا الی حاجتکم فیحفونھم باجنحتھم الیٰ السماء الدنیا الیٰ ان قال فیقول تعالیٰ اشھدکم انی قد غفرت لھم قال فیقول ملك من الملائکۃ فیھم فلان لیس منھم انما جاء لحاجتہ قال ھم الجلساء لایشقیٰ جلیسھم (بخاری شریف ص ۹۴۸ ج ۲)۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ ملائکہ اہل ذکر کو تلاش کرتے پھرتے ہیں جہاں کہیں انہیں ذاکرین کی کوئی جماعت مل جاتی ہے اپنے ساتھیوں کو بلاتے ہیں کہ یہ ہے وہ چیز جس کی تمہیں تلاش ہے، چنانچہ وہ ملائکہ ذاکرین کو آسمانِ دنیا تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں یہاں تک کہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان لوگوں کو بخش دیا ہے پھر ان میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے کہ فلاں آدمی تو اہلِ ذکر سے نہیں وہ تو اپنے کام کیلئے آیا تھا پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ایسی مجلس ہے جس میں بیٹھنے والا بدبخت نہیں رہ سکتا۔

فوائد

(۱) اس روایت سے ثابت ہوا کہ مجالسِ ذکر قائم کرنا ایسا محمود عمل ہے کہ ملائکۂ کرام مجالسِ ذکر کی تلاش میں پھرتے رہتے ہیں کیونکہ ملائکہ اور ذاکرین میں مناسبت ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا (۲) ذکر الٰہی ایسی عبادت ہے جس پر مغفرت کا اعلان کیا جاتا ہے کسی اور عبادت پر نہیں (۳) وسیلۂ صلحاء اور صحبتِ مشائخ کا محمود ہونا ثابت ہوا، ذاکرین کی جماعت

میں شمولیت سے بھی بدکار نجات حاصل کرلیتا ہے(۴)اولیاء کی ذراسی صحبت ایماندار آدمی کو جنتی بنادیتی ہے۔

مجالس ذکر قائم کرنے کا حکم

عن ابی رزین انه قال له رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم الا ادلك علیٰ ملاك هذا الامر الذی نصیب فیه خیر الدنیا والاٰخرة علیك بمجالس اهل الذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں ایسے بہترین عمل کی خبر نہ دوں جس سے تم دنیا وآخرت کی بھلائی سمیٹ لو؟ سنو! مجالسِ ذکر لازم پکڑو۔

فوائد:

(۱) مجالس ذکر کی تلاش اوران میں شامل ہونا مؤکد بتاکید ہے۔

(۲) مجالس ذکر دین ودنیا کی کامیابی کا ذریعہ ہیں۔

(۳) ذکرِ الٰہی سے رحمتِ الٰہی کا نزول اور اطمینانِ قلبی حاصل ہوتا ہے۔

نیز حضرت ابودرداءؓ سے منقول ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ألا أنبئكم بخير اعمالكم وأرضاها لكم عند مليككم وأرفعها فی درجاتكم وخير لكم فی إعطاء الذهب والورق ومن أن تلقو عدوّكم فتضربون أعناقهم ويضربون أعناقكم، قالا: بلی یارسول الله قال: ”ذكر الله“ قال وقال: معاذ بن جبل: ماعمل امرؤ بعمل أنجى له من عذاب الله من ذكر الله حضرت ابودرداءؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تم کو نہ بتاؤں کہ اعمال میں سب سے بہتر اور اللہ پاک کے یہاں سب سے زیادہ رضامندی کا ذریعہ اور درجات کو سب سے زیادہ بلند کرنے والی چیز اور سونے وچاندی کے خرچ کرنے سے بہتر اور جہاد

میں اس سے بہتر کہ تم دشمنوں کی گردنوں کو مارو اور وہ تمہاری گردنوں کو ماریں، عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیے فرمایا کہ وہ اللہ کا ذکر ہے۔

عن معاذ بن جبل قال: قال رسول الله ﷺ أكثروا ذكر الله فإنّه ليس شيء أحب إلى الله ولا أنجى للعبد من حسنة في الدنيا والآخرة من ذكر الله حضرت معاذ ابن جبلؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کو خوب یاد کرو اللہ پاک کو اپنے ذکر سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں ہے اور نہ بندہ کو اللہ کے عذاب سے نجات دینے والی اور کوئی نیکی ہے بنسبت ذکر کے (شعب الایمان ص ۳۹۵)۔

نیز حضرت ابوسعید خدریؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اکثروا ذكر الله حتىٰ يقولوا مجنون اور کہیں فرمایا گیا أكثروا ذكر الله حتىٰ يقول المنافقون إنكم مرؤن۔

نیز انس ابن مالک سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم جنت کے باغوں سے گزرو تو چرلیا کرو فرمایا یا رسول اللہ جنت کے باغ کیا ہیں؟ فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔

خلوت میں ذکر اللہ کے تعلق سے حضرت امام بیہقیؒ شعب الایمان میں لکھتے ہیں: نبی پاک ﷺ نے ابورزین سے فرمایا اے ابورزین جب تم تنہائی میں ہو تو اللہ کو خوب یاد کرو، ایک اور روایت میں حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انا عند ظن عبدی بی وانا معه حين يذكرني فان ذكرني في نفسه ذكرته في نفسي وان ذكرني في ملاء ذكرته في ملاء خير منه حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوتا ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جو مجھ کو یاد کرتا ہے اگر وہ مجھ کو اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں اپنے دل میں اس کو یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ کو مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں مجمع میں اس کو یاد کرتا ہوں نیز ایک حدیث قدسی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں عبدی إذا ذکرتنی خالیا ذکرتك خالیا وإن ذکرتنی فی ملاء ذکرتك فی ملاء خیر منهم واکثر اے میرے بندے جب تو مجھے خلوت میں یاد کرتا ہے تو میں تجھے خلوت میں یاد کرتا ہوں اور جب تو مجھ کو جلوت میں یاد کرتا ہے میں تجھے اس سے بہتر مجمع میں یاد کرتا ہوں نیز حدیث مشہور سبعة یظلهم الله فی ظلّه یوم لا ظل الا ظله امام عادل وشاب نشا فی عبادة الله ورجل قلبه معلق بالمساجد ورجلان تحابا فی الله إجتمعا علی ذلك وتفرقا ورجل ذکر الله خالیا ففاضت عیناه یعنی وہ سات قسم کے خوش قسمت حضرات جن کو حق تعالیٰ اپنا خاص سایۂ رحمت عطا فرمائیں گے ان میں ایک وہ شخص بھی ہوگا جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرتے کرتے رویا کرتا تھا اور دل کو دھویا کرتا تھا یہ سب دراصل شرح ہے حق تعالیٰ کے ارشاد واذکر ربك فی نفسك تضرعا وخفية کہ اپنے رب کو دل دل میں تضرع وزاری کے ساتھ خشوع وخضوع کے ساتھ یاد کرو اور فجر کے بعد اور عصر کے بعد یاد کرنے کے تعلق سے ارشاد نبویؐ ہے ولان اذکر الله مع قوم بعد صلاة الفجر الیٰ طلوع الشمس احب إلیّ من الدنیا وما فیها ولان اذکر الله مع قوم بعد صلاة العصر الیٰ ان تغیب الشمس احب الی من الدنیا وما فیها ولأنّ أجلس مع قومٍ یذکرون الله بعد صلاة الصبح إلی أن تطلعَ الشمسُ أحبُّ إلیّ مما طلعت علیه الشمس، ولأن أجلس مع قومٍ یذکرون الله بعد العصر إلی أن تغیب الشمس أحب إلی من أن أعتق ثمانیةً من ولد إسماعیل دیة کلّ رجلٍ منهم اثنا عشر ألفاً یعنی کہ میں فجر کے بعد سے اشراق تک اور عصر کے بعد سے غروب تک ان لوگوں کے ساتھ

بیٹھوں جو اللہ کو یاد کر رہے ہوں یہ میرے لئے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے اور اسماعیلؑ کی اولاد میں سے ایسے آٹھ غلام آزاد کرنے سے جن میں سے ہر ایک کی قیمت بارہ ہزار درہم ہوں اور کہیں اس عمل کو مکمل ایک حج اور مکمل ایک عمرہ کے برابر بتایا گیا ہے یہ دراصل شرح ہے حق تعالیٰ کے ارشاد واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغداة والعشى يريدون وجهه چنانچہ حضرت خواجہ محمد معصومؒ اسی آیت کی روشنی میں اپنے متعلق کو لکھتے ہیں: نیک کاموں کے کرنے میں کوشش کریں اور سوائے مولیٰ تعالیٰ اور اس کی رضا کے کوئی مقصود نہ رکھیں فقر و مسکینی کو جان و دل سے دوست رکھیں، نامرادوں اور دردمندوں کی ہم نشینی اختیار کریں، صلحاء و درویشاں کو بدل و جان عزیز اور ان سے مجالست رکھیں۔

تمام سلاسل کے تمام مشائخ اولیا اللہ اپنی خانقاہوں میں ذکر اللہ کی محنت کراتے چلے آئے ہیں اس کے لئے وہ حلقے بھی لگاتے تھے کہیں جہراً جیسا کہ مشائخ چشتیہ کے یہاں اور کہیں سراً جیسا کہ مشائخ نقشبندیہ کے یہاں اور ذاکرین کے لئے خلوت کدے ہوتے تھے وہاں ان کو خلوت میں گوشہ نشینی میں ذکر کی ہدایات دی جاتی تھیں کیا یہ سب انفرادی عمل کی محنت تھی جس کی کوئی فضیلت نہیں؟

حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ اپنے متعلق کے نام لکھتے ہیں: ہماری ملاقات ہونے تک کلمۂ طیبہ کی تکرار میں مشغول رہو اور یہ ذکر موافقتِ قلب کے ساتھ کرو جس قدر بھی کر سکو اگر خلوت میں ذکر ہو تو بہتر ہے یہ کلمۂ طیبہ "تطہیر باطن" میں تاثیر عظیم رکھتا ہے اس کے ایک جزو "لا الہ" میں ماسوائے حق کی نفی ہے اور دوسرے جزو "الا اللہ" میں معبود برحق کا اثبات ہے اور سلوک کا خلاصہ یہی ہے، حدیث شریف میں ہے افضل الذكر لا اله الا الله طاعات پر حریص رہو سنت نبی کریم ﷺ پر مضبوطی کے ساتھ عمل کرو بدعت سے بچو اور منکرات سے یکسو رہو۔

اللہ تعالیٰ آتش شوق کو مشتعل اور شعلہ طلب کو سر بلند کردے یہاں تک کہ اپنے سوا سے بیگانہ بنادے اور بے فائدہ کشمکش سے رہائی بخشے۔۔۔۔ بزرگوں کا مقولہ ہے "دست بکار دل بیار" حضرت حق کا محل نظر دل ہے دل کو پاک صاف رکھا جائے اور اسے سوائے حق کے التفات سے یکسو کردینا چاہئے ع

ذکر گو ذکر تا ترا جان ست پاکئ دل ز ذکر رحمان ست

نیز قطب حضرت شیخ عبدالقدوسؒ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں اللہ کا ذکر خواہ وہ ذکر لسانی ہے یا ذکر قلبی توشۂ ایمان ہے اور بڑی برکت کی چیز ہے اور یہ سب اذکار یعنی ذاکر کا ذکر میں مشغول ہونا چار قسم کا ہوتا ہے لیکن ذکر کا ذاکر میں ہونا اور بات ہے اور اس کے تین مراتب ہیں پہلا مرتبہ یہ ہے کہ جب ذاکر قصداً ذکر میں مشغول ہوتا ہے تو نفس کافر مانع ہوتا ہے اور سرکش ہوکر قبضے سے نکل جاتا ہے دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ اس جدو جہد میں ذاکر قلعۂ دل فتح کرلیتا ہے اور نفس کافر مغلوب ہوکر دام ہوجاتا ہے اس وقت دل ذاکر ہوجاتا ہے اور ذکر کا ذاکر پر غلبہ ہوجاتا ہے اس مقام پر ذکر حیات بن جاتا ہے اور ذکر کے بغیر موت ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ رابعہ بصری کہا کرتی تھیں کہ میں دنیا میں حق تعالیٰ کے ذکر سے زندہ ہوں اور آخرت میں اس کے دیدار سے زندہ رہوں گی، اس مقام پر اگر ذاکر یہ چاہے کہ ذکر کے بغیر ایک لحظہ ایک لمحہ بسر کرے تو نہیں کرسکتا، اس لئے بزرگان نے کہا ہے کہ جب عاشق معشوق کا دامن پکڑتا ہے تو اس سے رہائی ممکن ہے لیکن جب معشوق عاشق کا دامن پکڑتا ہے تو رہائی ناممکن ہوجاتی ہے، فاذکرونی اذکرکم، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم میرا ذکر کرو تو میں تمہارا ذکر کرتا ہوں یعنی مذکور ذاکر اور ذاکر مذکور بن جاتا ہے (مکتوبات قدوسیہ ص ۴۲۸)۔

ایک جگہ لکھتے ہیں: کہ دن رات خفیہ اور ظاہر ہر قسم کی عبادات اور تقربات الٰہی

(مراقبات وغیرہ) میں مشغول رہے اور دنیا اور مخلوقات سے ظاہرا وقلبا کنارہ کش رہے، شغل باطن میں اس قدر کوشش کرے کہ غیر دوست کی دل میں ہرگز جگہ باقی نہ رہے اور دوست اور غیر دوست دل میں جمع نہ ہونے دے ع

یا خانہ جائے رخت بود یا خیالِ دوست

خانہ دل یا تو سامان کی جگہ ہوسکتا ہے یا دوست کے خیال کی جگہ دونوں چیزیں دل میں جمع نہیں ہوسکتیں، کسی نے خوب کہا ہے:

ہم خدا خواہی وہم دنیائے دون   ایں خیال است ومحال است وجنوں

بے کاری ہرگز اختیار نہ کرے اور سستی اور افسردگی (مایوسی) سے دور بھاگے کیونکہ اس سے مراتب میں تنزل اور دوست سے بُعد ہوتا ہے (مکتوبات قدوسیہ ص۲۴۲)۔

الغرض حضرت شیخ مریدین ومتعلقین کی اصلاح دار وگیر گرفت اور پکڑ میں عجیب کمال رکھتے تھے، علمی، عملی، اخلاقی، روحانی کمالات کے منبع اور سرچشمہ تھے، ہر طرح کے تعصّبات سے پاک وصاف اور سب کے قدر دان ہونے کی وجہ سے اپنے زمانہ کے تمام اکابر واصاغر کے محبوب اور منظور نظر تھے۔

اللہ پاک نے آپکو نفوسِ قدسیہ کی صحبت شروع ہی سے نصیب فرمائی تھی، جس کی وجہ سے مزاج ابتداء سے ہی نیک صالح، اوپر سے والد بزرگوار حضرت مولانا یحییٰ صاحبؒ کی خاص توجہ اور سخت نظر نے سعادت آثار کو اس کمال وعروج پر پہنچایا جہاں دوسرے کم پہنچتے ہیں۔

الغرض گوناگوں صفات اور محاسن کمالات اور اخلاق ومحبت کی جامعیت نے آپ کی ذات کو ایسا محبوب بنا دیا تھا جس کی مثال قریب کے دور میں کم پائی جاتی ہے۔

حضرت والد صاحبؒ اپنے طالب علمی کے زمانہ ہی سے آپ سے باضابطہ منسلک ہوگئے تھے، تقریباً چالیس سال کے قریب آپ سے وابستہ رہے، اور اپنے شیخؒ کے ساتھ عاشقانہ اور والہانہ تعلق تھا، ان کی بدنی اور مالی ہر طرح خدمت کرنے کو اپنی سعادت سمجھتے تھے، حضرت شیخؒ اپنے مرید مخلص کے جذبات اور انکی محنتوں سے بہت خوش تھے، اور سرزمینِ گنگوہ سے جہاں آپ کا بچپن گزرا تھا جذباتی لگاؤ رکھتے تھے، چونکہ اسی سرزمین میں آپکے والد ماجد (حضرت مولانا یحییٰ صاحبؒ) جو حضرت امام ربانیؒ کے خادمِ خاص اور جانثار مرید وشاگرد رشید اور معتمد علیہ ذکی وفطین عالم، فاضل، ادیب وقت، ذاکر وصالح، عابد وزاہد، متقی انسان مقیم تھے، جنہوں نے امام ربّانی قدس سرہ کی بارہ سال بےلوث خدمت کی، اور صحبت رشید میں رہکر رجل رشید بنے، ان کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری مہاجر مدنیؒ سے رجوع فرمایا اور ان کے خلیفہ ہوئے، اور اپنے عم محترم حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے ساتھ جو اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا یحییٰ صاحبؒ کی معیت میں یہاں رہتے تھے اکابر گنگوہ سے خوب فیض پایا تھا[1] اس وجہ سے حضرت شیخؒ کو اس سرزمین کے ساتھ بہت تعلق تھا، اور اس جگہ پر دینی کام ہونے کی آپ کو بڑی تمنا تھی۔

جب وہ سعادت آپ کے ایک مخلص مرید کے حصہ میں آئی تو آپ نے بیحد توجہات مبذول فرمائیں بارہا تشریف لائے اور جلالین شریف اور مشکوٰۃ شریف شروع

---

[1] تقریباً دس سال کا طویل عرصہ ۱۳۱۴ سے ۱۳۲۲ھ تک خانقاہ رشیدیہ میں گذرا، عشق ومحبت الٰہی کی کیفیت ذکر وفکر میں لگ کر یہیں پیدا ہوئی، جس سے ایک عالمی کام تبلیغ ودعوت کی صورت میں ظاہر ہوا، اور امت کو فیض کثیر حاصل ہوا اور ہو رہا ہے۔

اور ختم کرائی، اور حضرت قدس سرہ کے ساتھ ایک بڑا مجمع ہوتا تھا، سہارنپور سے اس طرح تشریف لاتے کہ فجر مزار رشید کی مسجد میں پڑھتے، اور بعد نماز ذکر اللہ ہوتا، مزارات پر ذکر اللہ و مراقبات کرنے کو ہمارے علماء کا ایک طبقہ بدعت و غلط تصور کرتا ہے اور ان اکابر کو جو مزارات اولیاء اللہ پر بکثرت حاضر ہوتے ہیں بدعت کی طرف میلان کا الزام دیتا ہے اور جو وہاں بدعتیں و خرافات ہو رہی ہیں انکے ازالہ کے لئے عملی طور پر وہاں پہونچ کر سد باب کرنے کی انکے پاس فرصت ہے اور نہ ہمت جبکہ وہ یہ بھی تاویل کر سکتے ہیں کہ ان بزرگوں کا یہ عمل خود ان بدعات و خرافات کی تردید کے لئے ایک طریقۂ حسنہ ہے اور جبکہ وہ اکابر اولیاء اللہ ذکر و فکر میں فناء تھے اور یہی انکی روح و غذا دواء اور شفاء تھا، جس کی برکت سے انکو حیات طیبہ، حقیقیہ حاصل تھی اور وہ اپنی زندگی میں اپنے متعلقین و مریدین سے ذکر و فکر کے طالب تھے تو جو شخص ان کے انتقال کے بعد انکے قریب بیٹھ کر ذکر کریگا کیا اس سے انکو روحانی لذت و فرحت حاصل نہ ہوگی اور انکا روحانی فیض متوجہ نہ ہوگا، بلکہ جس درجہ وہ بندہ اللہ کا مقرب ہوگا اسی قدر بیٹھنے والے کے ذکر تلاوت، اوراد و وظائف پڑھنے سے اس کو بھی انسیت اور قرب مع اللہ میں اضافہ ہوگا اور ساتھ ہی ساتھ اس پڑھنے والے کو بھی اس کی روحانیت اور قرب مع اللہ سے نفع کثیر حاصل ہوگا، یہی وجہ ہے کہ کبار اولیاء اللہ، علماء صلحاء، انبیاء و رسل کی قبور کی زیارت کی جاتی ہے اور اس کے لئے سفر کی تکلیف بھی اٹھائی جاتی ہے، اور جن لوگوں نے لاتشد الرحال والی حدیث سے اس کے عدم جواز پر استدلال کیا ہے، علماء محققین نے اس کو رد کیا ہے، علامہ شامی لکھتے ہیں: وردہ الغزالی بوضوح الفرق، فإن ماعدا تلك المساجد

الثلاثة مستوية في الفضل، فلا فائدة في الرحلة إليها وأما الأولياء فإنهم متفاوتون في القرب من الله تعالیٰ ونفع الزائرين بحسب معارفهم وأسرارهم، قال ابن حجر في فتاويه: ولا تترك لما يحصل عندها من منكرات ومفاسد كاختلاط الرجال بالنساء وغير ذلك، لأن القربات لا تترك لمثل ذلك، بل على الإنسان فعلها وإنكار البدع، بل وإزالتها إن أمكن، قلت: ويؤيد ما مر من عدم ترك اتباع الجنازة وإن كان معها نساء ونائحات، تامل قوله:

اورقبور پر بیٹھنے کی ممانعت جوخرافات کی وجہ سے ہے یا خرافات کرنے کے لئے ہے اس کومشائخ کے ذکر ومراقبہ پر منطبق کرنا عجیب وغریب علمی تحقیق ہے، یہاں فتاوی محمودیہ سے ایک سوال وجواب پیش خدمت ہے:

قبر پر مراقبہ

سوال: قبرستان میں کسی مخصوص قبر پر مراقبہ کرنا کیسا ہے؟۔

الجواب حامداومصلیاً: حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ حضرت مجدد الف ثانیؒ ،حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ ،حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کی کتابوں میں کسی بزرگ کے مزار پر مراقبہ کرنا موجود ہے، اس کا طریقہ تفصیل سے موجود ہے، بوادر النوادر ص ۸۸ رفقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (حررہ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند)۔

قبر سے استفادہ کی صورت

سوال: اہل اللہ کی قبر سے استفادہ حاصل کرنے کا بطور صوفیا کیا طریقہ ہے؟ اوران کے مزار پر حسنِ اتفاق سے اگر جانا کبھی ہوگیا تو کیا کرنا چاہئے تاکہ ان کے فیضانِ روحانی سے طالب مستفیض ہوں؟۔

الجواب حامداو مصلیاً: اول کچھ پڑھ کر بخشے آنکھیں بند کر کے تصور کر کے کہ میری روح اس بزرگ کی روح سے متصل ہوگئی اوراس سے احوالِ خاصہ منتقل ہوکر پہنچ رہے ہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم (حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند) (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۶۸ ج ۹)

قبروں پر شرح صدر کی اصلیت

سوال: بعض بعض صوفی قبور اولیاء پر چشم بند کر کے بیٹھتے ہیں اور سورت الـم نشرح پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا سینہ کھلتا ہے اور ہم کو بزرگوں سے فیض ہوتا ہے، اس بات کی کچھ اصل بھی ہے یا نہیں؟۔

الجواب حامداو مصلیاً: اس کی بھی اصل ہے اس میں کوئی حرج نہیں اگر بنیت خیر ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ مع فتاویٰ رشیدیہ مکمل ص ۱۹۶)۔

نیز تلاوت کے لئے قبر کے قریب بیٹھنا ممنوع نہیں، علامہ شامی لکھتے ہیں: ثم ذکر عن الإمام الطحاوی انہ حمل ماورد من النھی عن الجلوس علی القبر علی الجلوس لقضاء الحاجۃ وأنہ لا یکرہ الجلوس لغیرہ جمعاً بین الآثار درمختار میں ہے: لا یکرہ الدفن لیلا ولا إجلاس القارئین عند القبر وھو المختار نورالایضاح میں ہے: کراھۃ

القعود علی القبر بما إذا کان لغیر قرائۃ جب قرأت قرآن کے لئے فقہاء نے صراحۃً اجازت دی ہے تو ذکر و مراقبہ اور اخذ فیض اخذ عبرت کے لئے کیسے ممانعت ہوسکتی ہے اور ہم اپنے اکابر کو بدعت کی طرف مائل قرار دے کر پھر کس کو متبع سنت اور شریعت اور اللہ پاک کے قریب کرنے کا وسیلہ اور ذریعہ سمجھیں گے۔

بات یہ چل رہی تھی کہ حضرت شیخ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوتے مراقبہ کرتے ذکر کرتے پورا مجمع آپ کے ساتھ ذکرِ جہری کرتا، وہاں سے حضرت شیخ عبدالقدوس صاحبؒ اور شاہ ابوسعید صاحبؒ کے مزارات پر حاضری دیتے، پھر گھر پر جو راستہ میں پڑتا تھا تشریف فرما ہوتے اور طعام وغیرہ تناول فرماتے، حضرت والد صاحبؒ کے تعلق کی وجہ سے پورا گھر حضرت قدس سرہ سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا، ہر فرد کی زبان پر شیخ رہتا، اور آمد سے اسقدر خوشی ہوتی جس کا بیان نہیں ہوسکتا، گھر پر طعام میں کئی کئی برکات کا ظہور ہوا، جس کی تفصیل اس رسالہ کے اخیر میں آرہی ہے اور پھر مدرسہ میں تشریف لاتے اور جلالین و مشکوۃ کبھی شروع اور کبھی ختم فرما کر دعا کرتے اور کبھی دوسرے حضرات سے کراتے، کیونکہ اس وقت تک دورۂ حدیث شریف شروع نہیں ہوا تھا کہ اس کی شروعات مدرسہ میں ۱۴۰۴ھ سے ہوئی اور حضرت شیخ ۱۴۰۲ھ میں مدینہ پاک میں انتقال کر گئے تھے، ایک بار شروع سال میں ایسے وقت گنگوہ تشریف لائے جبکہ مدرسہ میں طلبہ کا داخلہ ہی چل رہا تھا، آپ نے فرمایا مشکوٰۃ شریف شروع کرلو، والد ماجدؒ نے عرض کیا کہ حضرت ابھی طلبہ نہیں ہیں، فرمایا تم بڑے علاّمہ ہو گئے ہو تم بھی تو طلبہ ہی ہو! اس پر والد صاحبؒ نے مدرسین سے کتابیں منگوائی اور حضرتؒ کتاب شروع فرما کر طویل دعا

کر کے تشریف لے گئے، اس سے حضرت شیخؒ کی مخلصانہ شفقت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، حضرت کی برکتوں کا کیا کہنا واقعی آپکی ذات برکۃ العصر تھی اور خیر و رحمت کا ظل ظلیل (گہرا سایہ) تھی، اللہ پاک انکے درجات بلند فرمائے، آمین۔

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب قدس سرہ العزیز اپنے پیرومرشد کو اکثر اوقات یاد کرتے اور رویا کرتے تھے، اور ایک شعر انکی زبان پر بارہا آتا تھا۔

رو رہی ہے آج ایک ٹوٹی ہوئی مینا اسے
کل تلک گردش میں جس ساقی کے پیمانے رہے

خیر تو ساقی سہی لیکن پلائے گا کسے
نہ تو وہ مے کش رہے باقی، نہ میخانے رہے

حضرت والد ماجدؒ راقم الحروف کو اکثر اپنے ساتھ سہارنپور حضرت قدس سرہ کی خدمت میں لیجایا کرتے تھے، اور جب بندہ حضرت قدس سرہؒ سے دعا کیلئے عرض کرتا تو فرماتے ابے تیرے لئے دعا نہیں کروں گا تو کس کیلئے کروں گا؟ ایک بار فرمایا تیرے لئے تیرے باپ کیلئے تیری ماں کیلئے تیرے مدرسہ کیلئے برابر دعا کرتا ہوں، حضرت قدس سرہ کے یہاں حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ رمضان المبارک میں اعتکاف میں ایک عشرہ گذارنے کی سعادت بھی میسر آئی تھی، اور حضرت کی شفقتیں اور زیارتیں بار بار ہوئیں، اور تبرکات کھانے کا خوب موقع ملا، اور خوابوں میں بھی متعدد بار زیارت ہوئی جس سے روحانی فوائد محسوس ہوئے (ان میں سے خوابوں میں متعدد بار زیارت ہوئی) جس کی تفصیل کا یہ موقع و محل نہیں ہے، کیوں کہ یہاں شیخ قدس سرہ

اوران کے مرید کے تعلقات کو اجاگر کرنا ہے، ڈرتے ڈرتے صرف دو تین مبشرات کا ذکر کیا جانا مناسب ہے، حضرت والد صاحبؒ نے اپنے انتقال سے صرف تین دن پہلے دفتر اہتمام میں جبکہ وہ اپنے تخت پر بیٹھے ہوئے تھے اور ٹھیک ٹھاک گفتگو کر رہے تھے اپنا یہ خواب ذکر کیا کہ حافظ انعام اللہ مرحوم[1] خادم حضرت شیخؒ (جو اخیر عمر میں مدرسہ میں چھ سال رہے اور مدرسہ کی متعدد خدمات انجام دیتے رہے) میرے پاس آئے ہیں اور ہم دونوں حضرت شیخ سے مل رہے ہیں اور شیخ کہہ رہے ہیں میں نے تیرے لئے اپنے قریب

---

[1] حضرت والد صاحبؒ اپنے شیخ کی محبت میں مغلوب الحال تھے، جس زمانہ میں جناب حافظ انعام اللہ سہارنپوری مرحوم کا قیام مدرسہ اشرف العلوم میں رہتا تھا حضرت والد صاحبؒ اور وہ دونوں چونکہ حضرت شیخؒ سے منسلک تھے، گھنٹوں گھنٹوں بیٹھ کر حضرت شیخ کے تذکرے کرتے رہتے تھے اور والد صاحبؒ اپنے شیخ کے ذکر پر زار وقطار روتے رہتے تھے، اس طرح یہ دونوں دیوانے اپنے محبوب کی یاد میں مست رہتے تھے، حافظ انعام اللہ مرحوم حضرت والد صاحبؒ کے قدیم دوست تھے، اور پھر مدرسہ میں ملازم ہوگئے تھے مدرسہ اور ناظم مدرسہ کے بیحد وفادار اور ایک مخلص وفادار جانثار رفیق تھے، بہترین حافظ قرآن تھے اکثر وبیشتر قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف رہتے تھے، اور اپنی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دیتے تھے، اپنے اصول کے پابند بیحد عقل مند، سنجیدہ، معاملہ فہم، صاف گو انسان تھے، مرحوم میں بہت سے عجیب وغریب کمالات تھے، تقریباً چھ سال کا عرصہ مدرسہ میں گزارا ان کے آنے سے حضرت والد صاحبؒ کو بہت سکون ملا تھا، ان کا مدرسہ میں قیام کا زمانہ وہ زمانہ تھا جب کہ قصبہ کے شریروں کی جماعت نے حضرت والد صاحبؒ پر بلا وجہ مقدمے کر رکھے تھے جن کی وجہ سے آپ کو بار بار سہارنپور کچہری میں جانا پڑتا تھا، اس زمانہ میں حافظ صاحب کے مدرسہ میں قیام سے حضرت والد صاحبؒ کو بہت ہی راحت پہونچی مقدمات کی پیروی اور دیکھ بھال تاریخ پر عدالت میں جانا اور وہاں دن بھر قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول رہنا اور شام کو مدرسہ آجانا اور مطبخ وغیرہ کی نگرانی کرنا اور والد صاحبؒ کی فکروں میں شریک رہنا یہ موصوف کا مسلسل عمل تھا اور موصوف کے قول وفعل میں بڑی مطابقت تھی، بہت ہی مخلص اصول پسند، حق گو، حق شناس انسان تھے، ان کے اچانک انتقال سے حضرت والد صاحبؒ کو بہت ہی سخت تکلیف پہونچی تھی اور ان کے غم میں بہت گھل گئے تھے، اور بار باران کو یاد کرتے تھے، اللہ پاک درجات بلند فرمائے آمین۔

ہی میں جگہ رکھ لی ہے اور میں کہہ رہا ہوں کہ حضرت میں اس لائق کہاں ہوں اتنا ذکر
کرکے وہ خاموش ہوگئے اور آگے کچھ بیان نہ کرسکے کہ ان پر رقت طاری ہوگئی، اسی
نوعیت کا ایک خواب عین اس شب میں جس میں وہ اللہ کو پیارے ہوگئے اس راقم الحروف
ناکارۂ خلائق کو نظر آیا کہ حضرت شیخؒ گھوڑے پر سوار ہیں صورت بہت خوفناک ہے ایسا
محسوس ہورہا ہے کہ ملک الموت ہے اور دل یہ کہہ رہا ہے کہ حضرت شیخ کی شکل وشباہت
ہے مگر چہرہ نہایت پراگندہ اور بے انتہاء بارعب اور مہیب ہے میں قریب گیا تو فرمارہے
ہیں ابے تیرے ابا کہاں ہیں ہم ان کو لینے آئے ہیں، اس منظر کے دیکھنے سے کیا کیفیت
گذری ہوگی جوان پر گذر رہا تھا اس کا ایک عکس نظر آیا اور جس روز صبح کو ان کا انتقال ہوا
اورانہوں نے اپنے انتقال سے کچھ پہلے رسول اللہ ﷺ کی خواب میں زیارت کی اور
یہ سنا کہ فرمارہے ہیں کہ جلدی ہمارے پاس آجاؤ اور آپ صبح آٹھ بجے اپنے رب
محبوب سے جاملے اور جنازہ جب سہارنپور سے گنگوہ پہنچا اور مدرسہ کے دروازہ سے
گھر تک کا جو منظر تھا وہ عجیب وغریب منظر تھا تقریبا وہی منظر تھا جو رات میں نظر آیا تھا،
اللہ پاک ان کے درجات بلند سے بلند فرمائے، اس طرح کے اور بھی متعدد علامات
ہیں جو نظر آئے ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو حضرات اکابر اولیاء اللہ مشائخ
طریقت سے عقیدتمندانہ عاشقانہ تعلقات رکھتے ہیں ان کے دنیا سے پردہ کرجانے
کے بعد بھی ان کا روحانی فیض ان کی روحانی توجہات کا ایک سلسلہ باقی رہتا ہے اور
المرء مع من احب ولہ ما اکتسب کا قصہ چلتا رہتا ہے لھم
البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا کی تفسیر میں حدیث پاک میں فرمایا گیا: سچے خواب

ہیں جو مؤمن دیکھتا ہے یا اس کے حق میں دکھائے جاتے ہیں۔

والد بزرگوار قدس سرہ العزیز کو اگرچہ اپنے شیخ سے اجازت وخلافت حاصل نہیں ہوئی تھی وہ دوسرے بزرگوں[1] سے انکو حاصل ہوئی، مگر اللہ پاک نے محض اپنے فضل وکرم سے حضرت والد ماجدؒ سے اتنا بڑا دینی کارنامہ انجام دلوایا جو ہزاروں خلافت یافتہ لوگوں کے حصہ میں نہیں آیا ہوگا، ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ۔

آپ کے اندر بیحد خلوص وللٰہیّت، عشقِ الٰہی، عشقِ رسولؐ تھا، اور قرآن کریم کے ساتھ اس درجہ تعلق تھا کہ بالکل فنا تھے، اپنی جان ومال اور اولاد سب کچھ قرآن وسنت کی اشاعت کے لئے قربان کردیا تھا اور اس پر بیحد شاکر رہتے اور خائف بھی، آپکے قلب کی کیفیت کا اندازہ حضرت مولانا سید محمود صاحبؒ خلیفہ حضرت مدنیؒ قدس سرہ العزیز کی اس تحریر سے لگایا جاسکتا ہے جو انہوں نے جواب میں بطور تسلی کے انکو لکھی ہے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

والا نامہ باعث سرفرازی ہوا بار بار پڑھا جو سکون قلب کا ذریعہ بنتا رہا، کئی مرتبہ جواب کا ارادہ کیا مگر اپنی طبیعت کے ضعف اور واردین و صادرین رکاوٹ بنتے رہے، میرے کرم فرما جناب کو اور مولانا شریف احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ چھٹمل پور والوں کو اللہ تعالیٰ نے دین کی خصوصی خدمت کے لئے پیدا فرمایا سو کر رہے ہیں، اور آپ دونوں حضرات کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے زبردستی بہت بڑی دینی درسگاہ قائم فرمائی، جسمیں ابھی تک ہزاروں حافظ وقاری محدث شیخ الادب والفقہ پیدا فرمائے، خدا کرے

---

[1] جس کا ذکر آگے حاشیہ میں آرہا ہے۔

تا دیر یہ درسگاہیں قائم رہیں، جس قدر حافظ وقاری، محدث، شیخ الادب، والفقہ، بنیں گے اور دینی خدمات کریں گے سبھوں کا اجر جناب کو اور حضرت مولانا شریف احمد صاحبؒ کو انشاء اللہ تعالی ملتا رہے گا۔

اور جناب کے تو ماشاء اللہ خود فرزند ارجمند محدث شیخ الادب والفقہ صاحب نسبت بزرگ آپ کی خدمت میں ہی رہتے ہیں، اسلئے میں نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالی کے یہاں آپ دونوں حضرات کا کسقدر اونچا مقام ہوگا۔

یہ کیفیت جو جناب نے اپنی لکھی ہے اپنے بزرگوں کی آخر میں یہی حالت اور کیفیت ہوجاتی ہے، یعنی اپنے آپ کو مٹادینا اور خود کو کچھ بھی نہ سمجھنا، اور مجھ جیسے نالائق سے جو آپکی جوتی کی خاک کے برابر بھی نہیں بیعت وغیرہ کا خیال فرمانا، یہ سب جناب کے علومرتبہ کی دلیل ہے، میں نے سنا شاہ عبدالقدوس صاحب قدس سرہ کے متعلق حضرت گنگوہی قدس سرہ کا فرمان کہ تمام رات ذکر میں مشغول رہتے تھے، جن کا ذکر اتنا طویل ہوگا انکا حال کتنا اونچا ہوگا، مگر شاہ عبدالقدوس صاحب قدس سرہ نے اپنے کو اسقدر مٹایا کہ جب انکے صاحبزادے گھر میں بھوک کی وجہ سے روتے تھے تو انکی اَمّی کہتی تھیں کہ جاؤ اپنے ابّا کے پاس بچے خانقاہ میں آتے اور حضرت انکو گھر میں لیجاکر بغل میں لیکر روتے اور یہ فرماتے اے خدا! یہ معصوم بچے میری بداعمالیوں کی وجہ سے پریشان ہیں مجھکو معاف کردے، جبکہ کتنا طویل ذکر کتنا اونچا حال تھا، کسرِ نفسی کا یہ حال کہ اپنی بداعمالیوں کا تصور فرما کر توبہ کرتے تھے۔

حضرت شاہ انور صاحب[1] کشمیریؒ کو جب حضرت شیخ الہند قدس سرہ نے صدر مدرس بنادیا اور شاہ انور صاحبؒ دارالعلوم میں سبق پڑھانے تشریف لائے تو کتاب کھولی ترمذی شریف طالب علم نے عبارت پڑھی اور شاہ صاحب سوچنے لگے اور چند منٹ کے بعد کتاب بند کی اور سیدھے حضرت شیخ الہند قدس سرہ کے مکان پر پہونچے، حضرت پاؤں لٹکائے ہوئے چارپائی پر تشریف فرما تھے شاہ صاحب نیچے بیٹھ گئے اور شیخ الہند[2] قدس سرہ کی ٹانگیں بھینچنے لگے اور زاروقطار رونے لگے کہ حضرت آپنے مجھے صدر مدرس بنادیا میں کیسے اس مرتبہ کو انجام دے سکوں گا، شیخ الہندؒ انکو دعائیں دیتے رہے اور تسلی دیتے رہے کہ انشاء اللہ آپ کامیاب رہوگے، اسکے بعد آئے اور سبق شروع کیا، استاذ کے پاؤں دبانا اور زاروقطار رونا یہ اللہ تعالی نے وہی اپنی ہستی کے مٹانے کا ایک مقام عطا فرمایا تھا، اور حضرت مدنی قدس سرہ کی مثال تو ہمارے اور آپ

---

[1] حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ علامۂ زماں علوم عقلیہ نقلیہ اور جملہ فنون میں یکتائے زمانہ، قرآن وحدیث کے علوم کے ماہر کامل، امامِ عصر، قوتِ حافظہ میں بے مثال، تمام کتابوں کے حافظ، چلتا پھرتا کتب خانہ تھے، تصوف وروحانیت میں امام ربّانی حضرت گنگوہیؒ کے مرید اور معتقد اور بے حد مدّاح تھے، اپنے شیخ ومرشد کی شان میں مدحیہ اشعار کہتے، جو نزہۃ الخواطر رص۹۳ رجلد ۸ رمیں دیکھے جاسکتے ہیں۔ [2] حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندیؒ بہت بڑے عالم، فاضل، فقیہ ومفسر، تمام علوم وفنون کے جامع، تزکیہ واحسان کے بحر ذخّار تھے، ہندوستان کی آزادی میں قائدانہ کردار رہا، ریشمی رومال کی تحریک چلائی، بے حد تکالیف برداشت فرمائیں، مالٹا کی جیل میں وقت گزارا، خلوص وہمت، عشق ومحبت الہی کے کس مقام پر تھے بیان سے باہر ہے، امام ربّانی کے خلفاء کبار میں سے تھے، حضرت رشید وحضرت قاسمؒ کے خواص میں سے تھے، کبار علماء ومشائخ کے استاذ وشیخ ہیں، جن میں حضرت مدنی وتھانویؒ جیسے اکابر ہیں۔

کے سامنے ہے کہ شیخ الحدیث صاحب سہارنپوریؒ نے بارہا فرمایا کہ اپنے والد صاحب (مولانا یحییٰ صاحبؒ) اور حضرت مدنی قدس سرہ کو جس طرح میں نے روتا دیکھا کسی بزرگ کو نہیں دیکھا اور وصال کے وقت بعد نماز فجر حضرت مولانا فخر الدین صاحب قدس سرہ اپنے گھر مراد آباد جا رہے تھے تو حضرتؒ کی خدمت میں ملاقات کو گئے، تو حضرت مدنیؒ بہت روتے رہے اور فرماتے رہے کہ میں کچھ نہیں مولانا میری مغفرت کی دعاء فرمانا، مولانا فخر الدین صاحبؒ[1] فرماتے رہے کہ میں بعض روایات سے حضرت کے کارنامے انکو یاد دلاتا رہا مگر انکی گریہ وزاری عشق خداوندی بڑھتی ہی رہی اور ہچکی بندھ کر رونے لگے، آخر میں اسی حال میں اٹھکر چلا آیا، یہ اپنے اکابر کے چند احوال جناب کو لکھے یہ اعلی درجہ کے احوال ہیں، انہیں احوال کا جناب پر غلبہ ہے کہ اللہ تعالی نے بہت بڑی خدمت جناب سے لی ہے، اللہ تعالی مزید درجات سے جناب کو نوازے، جو مقام اللہ تعالی نے آپکو اپنے مٹانے کا عطا فرمایا اسپر جناب کو مبارک باد پیش کرتا ہے، بندہ کا تو اب یہ حال ہے کہ رات کا اکثر حصہ کولہنے کراہنے میں گزر جاتا ہے، کئی کئی مرتبہ چائے اور دوا لیتا ہے، اسیطرح رات ختم ہو جاتی ہے، اور دن میں رات کی تکان کا کافی اثر ہوتا ہے، اور اکثر مہمان آتے جاتے رہتے ہیں اسمیں مشغول رہتا ہے، مرنے کا وقت ہے دعاء فرمائیں اللہ تعالی کامل ایمان پر خاتمہ فرمائے آمین۔

---

[1] حضرت مولانا فخر الدین صاحب مراد آبادیؒ شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند اکابر دین اعلام امت میں سے تھے، آپ ۱۳۰۷ھ مطابق ۱۸۸۹ء میں پیدا ہوئے ۱۳۳۶ھ میں دار العلوم دیوبند سے فراغت ہوئی ۲۰/۲۱/صفر کی درمیانی شب ۱۳۹۲ھ ۶/۵/اپریل ۱۹۷۲ء میں انتقال ہوا اور مراد آباد میں مدفون ہیں، زمانہ دراز تک خدمت حدیث

میں مشغول رہے، آپ کی تقریر ایضاح البخاری طبع ہو چکی ہے۔ اللہ پاک درجات عالیہ عنایت فرمائے آمین۔

یہ تو انشاء اللہ جناب سے قوی امید[1] ہے کہ جب اس اپنے خادم کے مرنے کی خبر سنو گے تو انشاء اللہ تعالیٰ قرآن خوانی وغیرہ کے ذریعہ مغفرت کی سعی فرمائیں گے۔

مفتی خالد سیف اللہ قاسمی کی خدمت میں سلام مسنون کے بعد دعاء کی درخواست فقط والسلام۔ خادم سید محمود غفرلہ

مدنی منزل دیوبند ضلع سہارنپور ۶/ فروری ۲۰۰۳ء

الغرض اصل تو یہ بات عرض کرنی تھی کہ حضرت شیخ قدس سرہ کے وہ خطوط جو والد ماجدؒ کے پاس تھے ان میں کچھ حضرت علیہ الرحمہ کے قلم سے خود لکھے ہوئے ہیں اور کچھ دوسروں سے لکھوائے ہوئے ہیں شائع کئے جا رہے ہیں، تاکہ ایک سالک مرید

---

[1] حضرت مولانا سید محمود صاحب مدظلہ العالی (خلیفہ حضرت مدنیؒ) والد ماجدؒ کے تقریباً رفیق درس اور معاصر ہیں، اکثر ملاقاتوں میں یہ ہی کہا کرتے تھے کہ میرے بعد ہی جانا ہے، مگر حضرت والد ماجدؒ ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء میں اللہ کو پیارے ہو گئے، اور حضرت مولانا بعد تک حیات رہے، بہت بڑے عابد وزاہد، شب بیدار، کثیر التلاوۃ، کثیر العبادۃ بزرگ تھے (ابھی قریب میں حضرت سید صاحب اللہ کی رحمت میں منتقل ہو گئے اللہ پاک درجات بلند فرمائے) ایک دن تشریف لائے اور مدرسہ کے دفتر میں جہاں حضرت والد ماجدؒ کا قیام رہتا تھا پہنچے اور خلافت واجازت سے نوازا، جس پر حضرت والد ماجدؒ پر گریہ طاری ہو گیا، اور ایک شعر پڑھا جو میراں بھیکؒ نے حضرت شاہ ابوالمعالی انبہٹویؒ کے خلافت دینے پر پڑھا تھا، شعر'' بھیکا مالی پرواریاں پل میں سو سو بار،'' کوّئے سے ہنس کیا پرت نہ لاگی بار۔ حضرت والد ماجد قدس سرہ نے اپنی ذاتی ڈائری میں اسی طرح لکھا ہے ۷/ جمادی الثانی ۱۴۲۴ھ بدھ ۶/۸/ ۲۰۰۳ء آج گیارہ بجے دن مولانا سید محمود حسن صاحب مدظلہ پٹھیڑوی دیوبند سے مدرسہ تشریف لائے، یہ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں، اور بندہ حقیر احقر شریف احمد خادم مدرسہ ہذا کو خلافت جیسی نعمت عظمیٰ سے نوازا، جزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء، بندۂ حقیر نے حضرت ممدوح کو شاہ بھیک کا یہ شعر سنایا، حضرت شاہ ابوالمعالی انبہٹوی نے جب انکو خلافت دی تو شاہ بھیک پر بہت ہی بےخودی اور وجد کی کیفیت طاری ہوئی، فوراً یہ شعر پڑھا ؂

بھیکا مالی پرواریاں پل میں سو سو بار کوّے سے ہنس کیا پرت نہ لاگی بار

شریف احمد

خادم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

کیلئے نمونہ اور بانی اشرف العلوم کا حضرتؒ کے ساتھ رابطہ و تعلق بھی واضح ہو، اور چھوٹوں کو اپنے بڑوں کی دعائیں حاصل کرنے کا سلیقہ بھی حاصل ہو۔

اپنی سوانح حیات (آپ بیتی میں) حضرتؒ نے جہاں جہاں مدرسہ میں تشریف لانے اور دعا کا ذکر فرمایا پہلے وہ مقامات نقل کئے جاتے ہیں، پھر خطوط نقل کئے جائیں گے۔

بعد مرنے کے میرے گھر سے یہ سامان نکلا
چند آیات قرآنی چند بزرگوں کے خطوط

آپ بیتی میں مذکور حضرت شیخؒ کی جامعہ اشرف العلوم و حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحبؒ کے گھر پر تشریف آوری کے واقعات

(۱) ص ۱۲۴/۷ پر رقمطراز ہیں: صوفی رشید مغرب کے وقت ملے انہوں نے کہا کہ گنگوہ کا ارادہ کیا ہے؟ میں نے کہا بالکل نہیں کیوں کہ بارش سے راستہ مسدود ہے، انہوں نے کہا کہ میں آج ہی قصداً راستہ دیکھ کر آیا ہوں، باہر باہر راستہ صاف ہے میں نے کہا کہ پھر صبح ہی چلنا چاہئے، حاجی عظیم اللہ کی کار میں پانچ بجکر پانچ منٹ پر چلکر ۶ بجے گنگوہ پہونچے، وہاں سے ۱۰ بجے اٹھ کر حکیم نھو سے ملتے ہوئے ہر دو خانقاہوں میں حاضری دے کر ۱۲ بجے صوفی رشید کے یہاں کھانا کھایا، اور قاری شریف کی مسجد میں جا کر اول مشکوٰۃ شریف کا اختتام کرایا، پھر تھوڑی دیر لیٹ کر ظہر کی نماز پڑھی، ظہر کے بعد رفقاء نے چائے وغیرہ پی مگر زکریا حاجی جی کی کار میں مع شاہد، خالد، ابوالحسن، عصر سے قبل سہارنپور پہونچ گئے۔

(۲) نیز ص ۱۳۱/۴ پر تحریر ہیکہ اس مرتبہ گنگوہ حاضری میں بہت تاخیر ہوئی کہ مولانا انعام کی آمد پر موقوف تھی، تجویز یہ ہوا کہ ۲۵/۲۴ جولائی کو جھنجھانہ میں تبلیغی اجتماع ہے، اس سے

فارغ ہوکر مولانا انعام صاحب سہارنپور آئیں گے پھر گنگوہ جائیں گے، مگر جھنجھانہ میں مجمع اتنا زیادہ ہوگیا کہ وہاں کے غیر مسلم گھبرا گئے اور مظفر نگر میں ڈپٹی سے ممانعت جلسہ کی منظوری لے لی، یہ تو بڑی لمبی چوڑی تفصیلات ہیں اہل جھنجھانہ، کیرانہ، کاندھلہ وغیرہ کے حضرات کی دوڑ دھوپ سے منظوری ہوگئی اور جلسہ ہوگیا، اتوار کی شام کو مولانا انعام صاحب سہارنپور پہونچ گئے اور پیر کی صبح کو سیدھے گنگوہ پہونچ گئے، مگر بارش اتنی ہوئی کہ سارا وقت چھپر کی مسجد میں گزرا، پیر جی شریف[۱] کے صاحبزادہ کا صوفی رشید کی بھتیجی سے نکاح بھی ہماری آمد پر اسی دن طے ہوگیا تھا، اور قاری طیب صاحب لڑکے والوں کی طرف سے مدعو تھے وہ ۱۰ بجے پہونچ گئے، زکریا ان کی خبر سن کر حجرہ سے ۱۲ ؍ بجے صوفی جی کے مکان پر پہونچ گیا اور آدمی بھیج کر قاری صاحب[۲] کو بلایا، ایک بجے بعبارت قاری طیب صاحب صوفی جی کے مکان پر نکاح ہوا، گرمی بہت شدید تھی بجلی بند تھی، زکریا نے صوفی جی سے درخواست کی کہ آپ چھوہارے بانٹتے رہیں مگر ہمیں کیوں

---

[۱] گنگوہ کے رہنے والے تھے، دارالعلوم کے کسی شعبہ میں ملازم رہ چکے تھے، اسی مناسبت سے حضرت قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ انکی دعوت پر تشریف لائے تھے۔

[۲] مراد حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند ہیں، آپ بہت بڑے عالم، فاضل، عابد و زاہد، اکابر، اعلام دین میں سے تھے، ۶۰ ؍سال دارالعلوم کی خدمات جلیلہ انجام دیں، بہت سی کتابیں لکھیں، اور اصلاح وتربیت کا بہت بڑا کام انجام دیا، آخر میں صبر آزما حالات سے گزرے اور صبر کے بلند ترین مقام پر فائز ہوکر مقام علیا تک پہونچے، اسم بامسمیٰ تھے اکابر کے محبوب تھے ۱۴۰۳ھ میں وصال ہوا، اللہ پاک آپکے درجات بلند سے بلند فرمائے، حضرت قاری طیب صاحبؒ جامعہ اشرف العلوم میں ابتدائے قیام ہی سے تشریف لاتے رہے، اور اپنے فیوض و برکات سے اہل جامعہ اور اہل علاقہ کو مستفیض فرماتے رہے، مدرسہ کے ساتھ بہت ہی ہمدردی رکھتے تھے، ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں مدرسہ کی تعلیم وتربیت دیکھکر بیحد خوشی ہوئی، پھر آگے تحریر فرماتے ہیں اہل اسلام کا دینی فریضہ ہے کہ اس مدرسہ کی ترقی اور بہبودی کے لئے دامے درمے قدمے قلمے اعانت وامداد سے دریغ نہ فرمائیں **ان اللہ لایضیع اجر المحسنین** ۔محمد طیب غفرلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند، حضرتؒ کو ناظم مدرسہ مولانا قاری شریف احمد صاحبؒ کے ساتھ بہت محبت اور شفقت تھی، اسکی وجہ یہ تھی کہ حضرت والد صاحب اپنی طالب علمی کے زمانہ میں اکثر و بیشتر عصر کے بعد حضرت کی مجلس میں حاضر ہوا کرتے تھے، اور بعد

میں بھی آپکی خدمت میں مسلسل حاضر ہوتے تھے، والد صاحبؒ کو اپنے تمام اساتذہ اور مشائخ کے ساتھ بہت زیادہ تعلق تھا، اللہ پاک ان حضرات کے درجات بلند فرمائے! آمین!

محبوس کر رکھا ہے، انہوں نے ہمیں اجازت دیدی، قاری صاحب اپنے مستقر پر چلے گئے اور ہم سب نے قاری شریف کے مدرسہ میں ظہر کی نماز پڑھکر مولانا انعام نے مشکوٰۃ شریف ختم کرائی اور دعا کرائی، اس سے فراغ پر سہارنپور کیلئے فوراً روانہ ہوگئے۔

(۳) نیز ص ۱۳۲۰/ پر رقمطراز ہیں: ۲۸/شوال ۲۳/ ۱/اکتوبر کو قاری شریف کے مدرسہ میں زکریا نے مشکوٰۃ کی ابتداء کرائی۔

(۴) نیز ص ۱۳۳۲/ پر لکھتے ہیں دوسرے دن مولانا اسعد صاحب[۱] مع اپنی والدہ محترمہ کے آگئے تو اپنا نظام تغیر کرنا پڑا، دوسرے دن اپنی فجر پڑھ کر گنگوہ کیلئے روانہ ہوئے، صوفی رشید گنگوہی نے بہت حلفیہ اطلاع دی تھی کہ میں آج ہی راستہ دیکھ کر آیا ہوں راستہ صاف ہے، مگر معلوم ہوا کہ جھوٹ بولا مزار تک راستہ خراب تھا کہ لکھنوتی والی سڑک پر اتنا پانی بھرا تھا کہ نہ میری کار جا سکتی تھی نہ کسی اور کی، دونوں کاروں کو چھوڑ کر جونگوں میں بڑی مشکل سے مزار تک پہونچے کاروں کو حکیم نھو کے گھر بھیجدیا۔

---

[۱] مراد حضرت مولانا اسعد صاحبؒ ابن شیخ الاسلام مدنیؒ ہیں، بڑے زبردست بزرگ تھے، ہند اور بیرون ہند میں ایک اچھا خاصہ طبقہ آپ کا معتقد تھا، دیوبند میں آپ کی خانقاہ میں ہزاروں افراد اعتکاف کرتے تھے، تاحیات جمعیۃ علماء کے صدر رہے، اور ملت کیلئے بڑی زبردست قربانیاں دیں، حضرت والد صاحبؒ کے ساتھ بہت تعلق تھا، دونوں معاصر بزرگوں میں ایک دوسرے کی قدر دانی تھی، حضرت والد ماجدؒ نے شیخ الاسلام مدنیؒ (جن سے آپکو بے حساب محبت وعقیدت تھی) اور الجمعیۃ کی وجہ سے ملت کے کاموں میں انکا بہت ساتھ دیا، اور تاحیات الجمعیۃ کی قولاً، فعلاً حمایت کی، اور مسلسل چندہ کرکے بھیجا یہانتک کہ جب عوام سے وصول نہ ہوتا تو اپنے پاس سے اور اپنے خاص متعلقین

سے لیکر روانہ کرتے، حضرتؒ علالت کے باوجود حضرت والد ماجدؒ کے وصال کے بعد تشریف لائے تھے، اللہ پاک دونوں بزرگوں کے درجات بلند فرمائے آمین ۱۴۰۳ھ میں انتقال ہو گیا رحمۃ اللہ علیہ۔

مزار سے دس بجے اٹھ کر حکیم نھو کے یہاں ایک گھنٹہ ٹھہر کر دونوں خانقاہوں قدوسیہ اور سعیدیہ میں حاضری دیتے ہوئے قاری شریف کی اس روایت پر کہ شہر کا سیدھا راستہ خطرناک ہے گھر کے راستہ سے لے گیا، ایک گھنٹہ اپنے یہاں خلاف وعدہ ٹھہرایا، آم وغیرہ کا اس نے انتظام کر رکھا تھا، وہاں سے مولوی ایوب کے یہاں پہونچے، چونکہ انکی اہلیہ دہلی میں تھیں اور وہاں ملاقات ہو چکی تھی اسلئے مولوی ایوب بھی صوفی جی کے یہاں پہنچ گئے، صوفی جی نے جاتے ہی کھانے سے فارغ کر دیا، مگر حسب دستور سابق کھانے کے بعد مستورات کی جھاڑ پھونک ہوتی رہی، ظہر کے بعد قاری شریف کے مدرسہ میں مفتی محمود صاحب نے مشکوٰۃ شریف ختم کرائی، مولانا عبدالحفیظ مکی[۱] نے دعا کرائی۔

(۵) رص ۱۳۳۷ر پر تحریر ہیکہ اب کے رمضان میں حضرت خواجہ صابر کلیری صاحبؒ کا سلام و پیام پہونچا تھا[۲] اسکی شرم میں شروع شوال ہی کلیر حاضری ہوئی، اس کے بعد گنگوہ حاضری ہوئی، وہیں مولوی عبدالمالک[۳] کے لڑکے مظفر کا نکاح قاری

---

[۱] مراد حضرت شیخؒ کے خلیفہ ہیں، بہت نیک صالح، ذاکر و شاغل، عابد و زاہد بزرگ ہیں، مکہ مکرمہ میں آپ کے یہاں ذکر کا حلقہ لگتا ہے، بارک اللہ فی عمرہ [۲] اسکی حقیقت تو ارباب روحانیت ہی سمجھ سکتے ہیں، اموات کے پیغامات بذریعہ منامات اور کشف قبور حاصل ہونا شرعاً عقلاً مستبعد نہیں، جن لوگوں کو اس کا ذوق حاصل نہیں ہوتا ہے وہ اس جیسی چیزوں پر اعتراض کرتے ہیں، ہمارے اکابر کے حالات و سوانح میں روحانیت کی اس قسم کی باتیں ملتی ہیں جنکو سمجھنے کیلئے روحانی ذوق درکار ہے

[۳] مراد حضرت مولانا عبدالمالک صاحبؒ سابق ناظمِ مالیات مظاہر علوم سہارنپور ہیں، امانت دار آدمی تھے بہت نیک صالح، اوراد و وظائف، کے پابند، خاشع و خاضع، سلف کے طرز پر چلنے والے بزرگ تھے، تاحیات مدرسہ مظاہر علوم کی مخلصانہ خدمت کرتے رہے، آخر میں صبر آزما حالات سے گزرنا پڑا جسکی وجہ سے خلوت نشین ہو گئے تھے، اور گھر سے مسجد مسجد سے گھر تک

رہتے تھے، رات دن تلاوت وذکراللہ، تہجد اشراق، اوابین، چاشت میں گزارتے رہے، آپ نے سات حج پانی کے جہاز کیئے، ۱۷/فروری ۲۰۰۴ء میں انتقال ہوا انتقال سے قبل بشارات ربانی حاصل کرتے ہوئے جان جاں آفریں کے سپرد کی، اور سہارنپور کے مشہور قبرستان حاجی کمال شاہ میں اکابر مظاہر علوم کے قریب مدفون ہوئے، اللہ پاک درجات بلند فرمائے۔ آمین!

شریف کی لڑکی سے ہوا، حکیم نھومیاں نے مہر فاطمی پر نکاح پڑھایا، ان سفروں کی تفصیل روزنامچہ میں ہے۔

جامعہ کیلئے بڑے اہتمام سے دعاء کرنا

مکرمی ومحترمی قاری شریف صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ کا گرامی نامہ موصول ہوا، جسمیں آپکو مضمون ذیل تحریر فرمایا ہے، تمہارا محبت نامہ مورخہ ۱۸/اپریل ۷۰ء ۳۰ کو پہنچ گیا، آپ اچھا کرتے ہیں کہ میری خیریت طلحہ[1] سے معلوم کرتے ہیں، تم نے لکھا کہ قاری عباس صاحب[2] کی معرفت اوائل فروری میں ایک پرچہ بھیجا تھا، ڈاک کے ہجوم مشاغل کی کثرت اور امراض کی وجہ سے مجھے تو یاد نہیں رہتا کہ کس کا خط آیا لیکن اگر آیا ہوگا تو مولوی نصیر کی رجسٹری پر اس کا جواب ضرور گیا ہوگا، مولوی نصیر کے خطوط میں تمہارے نام سلام و پیام اور پرچہ بھیجنا تو خوب یاد ہے مگر یہ یاد نہیں کہ وہ تمہارے خط کا جواب تھا یا از خود۔

---

[1] مراد حضرت مولانا طلحہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ ہیں، جو حضرت کے فرزند و جانشین اور بہت ہی نیک صالح اللہ والے شخص ہیں، کمالاتِ روحانیہ سے متصف، بزرگوں کے محبوب اور عوام وخواص کے منظور نظر، ذکر وفکر، تبلیغ وتعلیم، تذکیۂ نفس، سخاوت وعبادت میں بڑا درجہ رکھتے ہیں، مدرسہ اور اہل مدرسہ کے ساتھ محبت رکھتے ہیں، اور اپنی بزرگانہ شفقتوں اور عنایات

کا معاملہ فرماتے ہیں، اللہ پاک انکا سایۂ رحمت تادیر قائم فرمائے اور فیض کو عام وتام فرمائے آمین ؂۲ بخاریؒ کے باشندہ تھے جب بخارا کے حالات خراب ہوئے تو بہت سے لوگ حرمین ہجرت کر گئے آپ کا قیام مدینہ میں تھا، علماء کے قدردان اور مہمان نواز انسان تھے، حضرت والدؒ کے خاص دوستوں میں سے تھے، راقم السطور کیلئے البحر الرائق مدینہ منورہ سے بھیجی تھی، اللہ پاک درجات عالیہ سے نوازے آمین ثم آمین !

مسجد کے قریب پانچ کمروں کی تیاری سے بہت مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے، مدرسہ کو مادی وروحانی ترقیات سے نوازے، یہ ناکارہ آپ کے مدرسہ کے لئے اور آپ کے لئے بہت اہتمام سے دعاء کرتا رہتا ہے، اور آپکی طرف سے روضۂ اقدس پر بھی صلوٰۃ وسلام پیش کرتا رہتا ہے، آپ کے مع اہلیہ کے حج کے ارادہ سے بہت مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ سہولت فرمائے، یہ ناکارہ دل سے دعاء کرتا ہے اسباب میسر فرمائے، اہلیہ محترمہ اور سب متعلقین سے سلام مسنون کہدیں، اس سے بہت مسرت ہوئی کہ عزیزم عبید سلمہ[۱] کا حفظ قرآن پورا ہو گیا اللہ تعالیٰ کمال حفظ عطا فرمائے اور علم وعمل کی دولت سے مالامال فرمائے، حکیم نھو صاحب کی[۲] خدمت میں نیز عزیز مولوی ایوب صاحب[۳] اور ان کے توسط سے ان کے گھر میں اور صوفی رشید صاحب[۴] سے خاص طور سے سلام مسنون کہدیں، فقط والسلام۔ مولانا نصیر الدین صاحب

کتب خانہ یحیوی سہارنپور ۱۳؍ مئی ۱۹۷۴ء

---

[۱] اس سے مراد برادرم قاری عبید الرحمٰن صاحب نائب مہتمم جامعہ ہذا ہیں [۲] حضرت مولانا حکیم عبد الرشید محمود نبیرہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ مراد ہیں، بہت بڑے عالم، فاضل، طبیبِ حاذق تھے، اور بہترین مقرر وخطیب تھے، کلام فصیحانہ بلیغانہ آب زلال کی طرح دُرَرْ ولآلی کی ایک لڑی معلوم پڑتا تھا، ادیب، اریب تھے، علماء کبار سے استفادہ کیا تھا، مؤتمر دار العلوم کے اجلاس میں آپکی تقریر نے علماء کو حیران وششدر چھوڑا تھا سامعین عش عش کر رہے تھے، حضرت والد ماجدؒ پر بیحد شفیق تھے، مدرسہ میں بارہا تشریف لاکر خطاب فرماتے اور دعائیں دیکر جاتے، حضرت والد صاحبؒ نے اپنے قلم سے ایک جگہ لکھا ہے انتقال پُر ملال پر افسوس کرتے ہوئے ۲۱/ شوال ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۳/ مارچ ۱۹۹۵ء پنجشنبہ دن میں گیارہ بجے مولانا مرحوم کا انتقال ہوا، آپ گنگوہ کے ایک بڑے عالم فاضل تھے، رخصت ہو کر اپنا مقام خالی چھوڑ گئے، اب جلدی

سے کوئی دوسرا حکیم نتھو پیدا نہ ہوگا، میرے سب بچوں کا نکاح حضرت موصوف نے پڑھایا، اور ہمیشہ نگاہ شفقت اس خاک سار پر رہی، اللہ پاک انکی قبر کو نور سے بھر دے، اعلی علیین میں مقام عطا فرمائے آمین، ان جملوں سے دونوں معاصر بزرگوں میں تعلقات ومحبت کا اندازہ ہوتا ہے ۳؎ حضرت گنگوہیؒ کی اولاد میں تھے، الجمعیۃ کے اراکین میں بھی رہے ہیں، فاضل دارالعلوم دیوبند تھےؒ ۴؎ نیک صالح آدمی تھے حضرت شیخ کے متعلقین میں سے تھے، گنگوہ میں ہی مدفون ہیں۔

ترقیات کی دعاء سے غافل نہیں ہوں

مکرم ومحترم جناب قاری شریف احمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت شیخ مدظلہ کا گرامی نامہ جو ۲۵/ مارچ ۱۹۷۵ء کو موصول ہوا اس کا نمبر ۴ آپکے متعلق ہے وہ یہ ہے کہ ایک پرچہ قاری شریف کے نام لکھو۔

بعد سلام مسنون تمہارے لئے اور تمہارے مدرسہ اور مدرسین کے لئے بلاتوریہ مکارہ سے حفاظت، فلاح دارین اور ترقیات کی دعاء سے غافل نہیں ہوں۔

میں نے حکیم نتھو صاحب کے نام ایک خط لکھا تھا جس کا مولوی نصیر تک پہونچنا معلوم ہوگیا تھا، ان کی خدمت میں سلام مسنون کے بعد آپ کیلئے دعاؤں میں اور آپ کی طرف سے صلوٰۃ وسلام میں غفلت نہیں ہوتی، میں نے آپ کے خط کے جواب میں ایک مختصر پرچہ بوساطت مولوی نصیر بھیجا تھا اسکے جواب کا تو تقاضا نہیں صرف رسید کا انتظار ہے، قاری شریف صاحب سے زبانی فرمادیں کہ پہونچ گیا، اپنے مدرسہ کے مدرسین اور صوفی رشید صاحب سے بھی سلام مسنون کے بعد مضمون

۱؎ اس جملہ سے اندازہ ہوتا ہیکہ حضرت شیخ زکریاؒ کو حضرت والد ماجد مولانا قاری شریف احمد صاحب کے ساتھ کس قدر محبت تھی، اوران کے یہاں ان کا کیا مقام ودرجہ تھا، ظاہر ہے کہ شیخ کا اس درجہ لگاؤ مرید مخلص کی غایت درجہ محبت وعقیدت اور خدمت ہی کا نتیجہ ہوسکتا ہے۔

واحد، نیز مجھے اقبال بن ننّھے خاں کے حالات کا بھی انتظار ہے، اسکی تعلیمی حالت اخلاقی حالت ایک پرچہ پرلکھ کرمولوی نصیر الدین۱؎ کو بھیجدیں تو اچھا ہے، فقط۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب، بقلم حبیب اللہ از مدینہ منورہ

از نصیر الدین، براہ کرم اس پرچہ کے پہونچنے کی رسید میرے پاس بھیجد یجئے تا کہ میں لکھدوں کہ ان کی رسید آ گئی ہے پرچہ انکو پہونچ گیا، فقط والسلام۔

نصیر الدین ۲۹/مارچ ۱۹۷۵ء

حضرت شیخ کی دعائیں برائے مدرسہ

عنایت فرمائم جناب قاری شریف احمد صاحب گنگوہی سلمہ

بعد سلام مسنون آپ کے دو محبت نامے ایک بروز پیر مورخہ ۸/اپریل اور دوسرا لفافہ جس پر تاریخ تو نہیں تھی مگر اس میں ایک پرچہ قاری عباس کے نام تھا جوان کو پہنچادیا، یہ ناکارہ تمہارے لئے دل سے دعاء کرتا ہے اور تمہارے مدرسہ کے لئے بھی دل سے دعاء کرتا ہوں، مدرسہ کی مالیات کے لئے بھی دعاء کرتا ہوں، اللہ تعالی ہرنوع کی مدد فرمائے، امید ہیکہ حاجی سعید الدین صاحب کی رقم پہنچ گئی ہوگی، اللہ جل شانہ اپنے فضل وکرم

۱؎ جناب مولانا نصیر الدین صاحبؒ حضرت شیخ قدس سرہ کے خاص لوگوں میں تھے، انکے کتب خانہ کے ذمہ دار کتابوں کی طباعت اور فروخت جیسے سب معاملات وہ انجام دیتے تھے، اور کھانا کھلانے پر بھی وہی مامور تھے، حضرت شیخ کے یہاں انکی بڑی اہمیت تھی، حضرت کے یہاں انکو (عقل کل) درجہ حاصل تھا، حضرت والد ماجدؒ کو انکے ساتھ بہت تعلق

تھا، حضرت شیخؒ نے ایک بار والد صاحبؒ کے کھانے پر حاضر نہ ہونے کے ذیل میں فرمایا کہ اچھا مولوی نصیر الدین نے کھلا دیا ہوگا، نیز فرمایا جسکی دوستی ان سے ہوجاتی ہے مجھے اسکے کھانے کی فکر نہیں رہتی ہے، مرحوم نیک صالح آدمی تھے، اللہ پاک درجات بلند فرمائے حضرت کی آپ بیتی میں ان کا بہت جگہ ذکر آیا ہے۔

سے آپکا مکان بہترین قیمت میں فروخت کرا کر تمہیں اور تمہاری اہلیہ کو حج وزیارت کی دولت سے مالا مال فرمائے، عبید اللہ سلمہ کے لئے بھی دعاء کرتا ہوں اللہ تعالی اپنے فضل وکرم سے اسکو علم وعمل کا شوق عطا فرمائے، قرآن پاک بہترین طریقہ سے یاد کرادے۔

عزیزان اقبال اور عبد الرشید سلمہما کے اپنے کام میں لگے ہوئے ہونے سے مسرت ہے، اللہ تعالی آپ کو بھی مبارک فرمائے، ان دونوں سے بھی سلام مسنون اور دعوات فرمادیں، نیز اپنی اہلیہ محترمہ سے بھی سلام مسنون کہدیں، یہ پہلے خط کا جواب تھا، دوسرا خط بلا تاریخ پہونچا، تم دوستوں کے خطوط سے حرج تو ضرور ہوتا ہے مگر وہ حرج مسرت پر غالب نہیں ہوتا، دوستوں کے حالات سے مسرت زیادہ ہوتی ہے، اس سے عزیز اقبال سلمہ کی محنت اور جاں فشانی کا حال معلوم ہوکر بہت مسرت ہوئی، یہ تمہاری توجہ کا ثمرہ ہے ورنہ سہارنپور میں تو وہ کسی کے قابو میں نہیں آیا، عبد الرشید[1] کے پیٹ کی

---

[1] مولانا عبد الرشید بن حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاویؒ اس وقت مدرسہ میں زیر تعلیم تھے، مولانا عبید اللہ صاحبؒ نے حضرت شیخؒ سے مشورہ کیا تو فرمایا کہ گنگوہ قاری صاحب کے حوالہ کردو، حضرت کے مشورہ سے یہاں داخل کئے گئے تھے اور عرصہ درراز یہاں گزارا، جسکے شکریہ میں مولانا عبید اللہ صاحبؒ نے ایک خط میں اس طرح لکھا ہے، بندہ عبد الرشید کی جانب سے بیحد متفکر ہے، آپ کا بیحد متشکر ہے کہ نالائق کے بچہ کو اپنے بچوں میں شامل فرمالیا اور اسی طرح داشت فرمائی جیسے اپنی اولاد کی، یہ خط ۱۱/صفر ۱۳۹۵ھ کا ہے، اور ایک خط میں اس طرح لکھتے ہیں، آپکی توجہ اور شفقت سے امید ہے کہ عزیزی عبد الرشید سلمہ علم نافع، عمل صالح، حفظ کتاب اللہ، اتباعِ سنت پر گامزن ہونگے، اللہ تعالی آپکو اور آپکی اولاد امجاد کو عافیت دارین علومِ ظاہرہ، علومِ باطنہ، اعمالِ طیبہ، اخلاقِ زکیہ، صدقاتِ جاریہ، ہدایہ سنیہ، حیات غنیّۃ سے نوازے آمین، فقط عبید اللہ ۱۴/ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ یہی وجہ تھی کہ حضرت والد ماجدؒ جب مرکز نظام الدین جاتے تھے تو حضرت مولانا عبید اللہ صاحبؒ بہت اکرام واعزاز کرتے تھے، اور خاص اہمیت کے ساتھ ملاقات کرتے اور انکے احسان کا اظہار فرمایا

کرتے تھے، حضرت مولانا عبید اللہ صاحبؒ مرکز کے بڑے حضرات میں سے تھے، بہت بڑے عالم، فاضل، داعی، مبلغ، واعظ، خطیب مدرس، محدث، عابدوزاہد بزرگ تھے، آپکے خطاب اور دعاء میں بہت اثر تھا، حضرت شیخ کے یہاں آپکا اہم مقام تھا، حضرت کے خلیفہ بھی تھے، آپکی وفات ۸/رجب ۱۴۰۹ھ میں ہوئی، آپ مدرسہ میں بارہا تشریف لائے خطاب اور دعائیں فرمائیں، اللہ پاک آپکے درجات بلند فرمائے۔

بیماری سے قلق ہوا اللہ تعالیٰ ہی صحت عطا فرمائے، بندہ کے خیال میں تو مولانا عبید اللہ صاحب کو لکھ کر حکیم شریف صاحب سے کوئی ہاضمہ کی گولیاں منگالیں، حاجی سعید صاحب کے کارخانہ کی خبر سے بہت قلق ہوا بندہ کی طرف سے سلام مسنون کے بعد لکھدیں یہ ناکارہ دل سے دعاء کرتا ہے۔

تمہارے تینوں صاحبزادوں کیلئے دل سے دعاء کرتا ہوں اللہ تعالیٰ انکو علم وعمل کی دولت سے مالا مال فرمائے، انکی والدہ سے بھی سلام مسنون کہدیں، اور مدرسہ کے جملہ مدرسین سے بھی سلام مسنون کہدیں، نیز صوفی رشید صاحب سے بھی، فقط والسلام۔

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ
بقلم حبیب اللہ ۶/مئی ۱۹۷۵ء

نقصان پر صبر کی تلقین

عنایت فرمایم سلمکم اللہ تعالیٰ بعد سلام مسنون

آج دوپہر کارڈ پہونچا لیکن آج ڈاک اتنی دیر سے آئی کہ اس وقت جواب کا وقت نہ ملا کہ ظہر سے عصر تک مسلسل سبق ہوا، اسلئے اس وقت جواب لکھ رہا ہوں، اگرچہ آج کی ڈاک سے نکلنے کی امید نہیں اور کل اتوار ہے جواب پرسوں پہونچے گا جس سے قلق ہے، حادثہ سے[1] بہت زیادہ رنج ہوا، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے آپکو اور اہلیہ کو

---

[1] گھر میں کوئی چوری کا قصہ پیش آیا تھا جسمیں نقصان ہوا تھا، اس پر صبر کی تلقین فرمائی ہے، الحمد للہ راقم کی والدہ ماجدہ نے بیحد

صبر سے کام لیا، اور میرے والد ماجد صاحبؒ کے ساتھ مدرسہ کے کاموں میں ان کا بہت بڑا تعاون فرمایا، الحمدللہ میری والدہ ماجدہ بہت عابدہ زاہدہ خاتون ہیں، بہت تلاوت اور بہت تسبیحات پڑھنے والی صدقہ وخیرات میں بہت آگے ہیں، خواب میں متعدد بار رسول کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوچکی ہیں، حضرت شیخ کے مہمانوں کی بہت خدمت کی، اور خوب دعائیں حاصل کیں، اللہ پاک انکی عمر میں برکت فرمائے، ان کے سایۂ رحمت کو قائم رکھے آمین!۔

صبر جمیل اور نعمل البدل عطاء فرمائے، اناللہ کی کثرت اس میں انتہائی مجرب اور مفید ہے بہت زیادہ کثرت سے دونوں پڑھتے رہیں، حق تعالی شانہ کے کرم سے امید ہے کہ اصل یا نعم البدل ضرور انشاء اللہ ملیگا، یہ ناکارہ بھی دل سے دعاء گو ہے۔

اہلیہ سے بعد سلام مسنون کہدیں کہ بے صبری کے الفاظ زبان سے نکال کر اجر میں کمی نہ کریں، اللہ تعالی شانہ سے عاجزی سے مدد مانگتی رہیں، یہ ناکارہ بھی دعاء کرتا ہے اور انشاء اللہ کرتا رہوں گا، فقط والسلام۔

از حضرت شیخ زکریا صاحب

شنبہ ۱۱ر صفر ۱۳۷۷ھ

مدرسہ کی ترقیات پر مسرت اور دعائیں

عنایت فرمائم جناب الحاج قاری شریف صاحب گنگوہی

بعد سلام مسنون، کل کی ڈاک سے آپ کا لفافہ مورخہ ۴ر اپریل مجھے ملا، اسمیں ایک پرچہ قاری عباس کے نام تھا جو اسی وقت بھیجدیا تھا، آپ نے تاخیر خط کا جو عذر لکھا وہ تو صحیح نہیں، مجھے دوستوں کے حالات اور خیریت کا تو انتظار رہتا ہی ہے، مگر میری طبیعت بھی خراب چل رہی ہے جسکی وجہ سے ڈاک سننا اور لکھوانا دونوں مشکل ہیں۔

آپکی حاضری حرمین کے لئے دل سے دعاء کرتا ہوں، مدرسہ کی جو تفاصیل

آپ نے لکھی ان سے بہت مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ مکارہ سے محفوظ رکھ کر دارین کی ترقیات سے نواز دے، شروع میں داخلہ میں ضرور تنگی کیا کریں داخلہ پر کنٹرول ہر مدرسہ میں مشکل ہوتا ہے، دوسری جگہ سے پڑھکر آنے والے کتابیں بیچ میں چھوڑ کر اونچی لکھوادیتے ہیں، میرے ایک دوست کا قصہ ہے، کئی سال پہلے مدرسہ میں شرح جامی میں فیل ہونے کی وجہ سے اعادہ تجویز ہوا، وہ یہاں سے چھوڑ کر دھلی کے ایک مدرسہ میں گیا مشکوٰۃ میں اسکا داخلہ ہوگیا اور اگلے سال حضرت مدنی صاحب کے دست مبارک سے دستار فضیلت بھی بندھ گئی، صاحب زادی کی رخصتی ۹/اپریل کو ہوگئی ہوگی اللہ تعالی مبارک کرے، مولانا عبدالمالک صاحب کو میری طرف سے مبارکباد فرماویں، اللہ تعالی زوجین میں محبت پیدا فرما کر اولاد صالح عطا فرمائے۔

مدرسہ کی تعمیر کی تکمیل کیلئے میں دل سے دعاء کرتا ہوں۔

حکیم نھو صاحب سے سلام مسنون عرض کر دیں، فقط والسلام۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب
بقلم حبیب اللہ مدینہ طیبہ ۱۹۷۸ھ

اللہ پاک مدرسہ کو مکارہ سے محفوظ رکھے

مکرم ومحترم جناب الحاج قاری شریف صاحب مدفیوضکم

بعد سلام مسنون آپ کا دستی خط پہنچا، میری طبیعت خراب ہی چل رہی ہے، آپ کے لئے آپکے مدرسہ کیلئے آپکی اہلیہ کے لئے دل سے دعاء کرتا ہوں کہ اللہ جل شانہ مکارہ سے محفوظ فرما کر دین ودنیا کی چین نصیب فرمائے، حکیم نھو صاحب سے بھی سلام

مسنون فرما دیں، مولانا عبید اللہ صاحب ابھی مدینہ نہیں پہونچے مگر انہوں نے

۱؎ میری بہن حافظۂ قرآن شاہدہ کی شادی پر مبارکباد دی ہے، اہلیہ مولانا مظفر الحسن صاحب سہارنپوری، والدہ قاری منور الحسن صاحب مدرس مدرسہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ، اللہ پاک اس پورے گھرانہ کو اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

ایک حاجی کی معرفت آپ کے پیڑے بھیجدئے تھے جو یہاں احباب کو تھوڑا تھوڑا تقسیم کردیا، تم نے مدرسہ کی جو تفصیلات لکھی اس سے بہت ہی مسرت ہوئی اللہ تعالی مکارہ سے محفوظ فرما کر ترقیات سے نوازے، تمہارے خط سے حکیم صاحب کی والدہ کا پاکستان میں انتقال کا حال معلوم ہوا، میری طرف سے تعزیت کردیں کہ مرحومہ کی مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل اجر جزیل کی دعاء کرتا ہوں اللہ تعالی صبر جمیل اجر جزیل عطا فرمائے، آپ کے لئے مع اہلیہ کے حاضری کی دعاء بھی کرتا ہوں، آپکے لئے آپ کے مدرسہ کے لئے دعاء سے تو اس خط کی ابتداء ہی کی تھی، جملہ مدرسین سے میرا بھی سلام مسنون کہدیں، فقط۔ حضرت شیخ زادمجدہ

بقلم نجیب اللہ ۱۴/۱۲/۱۹۷۸ء مدینہ طیبہ

از کاتب سلام مسنون دعاء کی درخواست بندہ بھی کرتا ہے۔

مدرسوں کے جھگڑوں پر رنج کا اظہار

مکرم ومحترم قاری شریف احمد صاحب مدفیوضکم بعد سلام مسنون:

میری طبیعت بہت دنوں سے بہت ناساز ہے خبر نہیں رمضان میں سہارنپور آسکوں گا یا نہیں، آجکل ہندوستان کے مدارس عربیہ میں جھگڑوں کے قصے کانوں میں

پڑتے رہتے ہیں جن سے بہت رنج ہوتا ہے۔

میں ان قصوں کے سننے کے بعد اہل مدارس اور دوستوں کو لکھتا رہتا ہوں کہ ایک تو جو صورت بھی ہو ذکر کا اہتمام ہونا چاہئے اللہ کے نام میں بہت برکت ہے، دوسرے سورۂ کہف اگر روز آنہ ہو سکے تو بہت ہی اچھا ورنہ جمعہ کو اپنی طرف سے اور میری طرف سے پڑھنے کی تاکید کردیں، سورہ کہف کا دجال کے فتنہ کے لئے پڑھنا بہت مفید ہے اور فتنے تو اس سے کم ہی ہیں، سہارنپور آنے کی تو ہمت نہیں اگر آگیا تو بھی اعتکاف کی ہمت نہیں اور اسکی بھی ہمت نہیں ہوتی کہ گنگوہ اور رائپور حاضری دے سکوں، دوستوں کے خطوط تو کثرت سے ہندوستان سے آرہے ہیں کہ میں رمضان جس حال میں بھی ہو وہاں کرلوں، مگر مجھے خیال ہے کہ رمضان میں ذکر شغل اور اعتکاف نہ ہو سکے تو اس سے بہتر تو یہاں کونے میں رہنا ہے، خبر نہیں اگر سہارنپور آگیا تو گنگوہ بھی حاضری ہو سکے گی یا نہیں۔

حکیم نھو کی خدمت میں سلام مسنون پہنچادیں اور فرمادیں کہ چونکہ پر سال نہیں آسکا تھا اسلئے جی میرا بھی چاہتا ہے۔

اپنی اہلیہ اود دیگر دوستوں کو سلام مسنون فرمادیں، فقط والسلام۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم حبیب اللہ مدینہ منورہ ۲۲/اپریل ۱۹۷۹ء

لڑکیوں کی شادی کے لئے دعا کرنا

عنایت فرمائیم جناب قاری شریف احمد صاحب سلمہ

بعد سلام مسنون ،تمہارا جو پرچہ بھی حضرت حکیم صاحب کے لفافہ میں پہنچا میں تو بار بار لکھوا چکا ہوں کہ اللہ کی شان ہے کہ اس مرتبہ مدینہ پاک کی حاضری میں اکابر اور ان سے تعلق رکھنے والے یہاں کثرت سے یاد آتے رہے، زندوں کی طرف سے

۱؎ حضرت شیخ کے خلیفہ ہیں، نیک صالح شخص ہیں، مدینہ منورہ میں مقیم ہیں۔

صلوٰۃ وسلام اور اموات کی طرف سے دعاء مغفرت اور ایصال ثواب اللہ کے فضل سے خوب کرر ہا ہوں، مولوی عبدالرحمٰن۱؎ مولوی ابراہیم، مولوی سعید، حافظ اسماعیل، شاید پہلے بھی لکھا تھا فتح قصاب بھی جو میری سات برس کی عمر میں گنگوہ تھا، تائے منظور، بھائی ظہور، اور کس کس کے نام لکھواؤں جو جو بھی یاد آتا رہتا ہے اس کے لئے دعاء مغفرت اور عزیزم صوفی رشید اور خاص طور سے عزیزم ایوب کے دروازہ پر جا کر میری طرف سے سلام مسنون کہدیں، نیز حکیم عزیز سے بسہولت سلام مسنون کے بعد کہدیں کہ اپنی والدہ سے بھی سلام مسنون کہدیں، یہ نا کارہ ان سب کے لئے دعاء بھی کرر ہا ہے اور صلوٰۃ وسلام بھی پیش کرتا رہتا ہے۔

اپنے گھر والوں سے اہلیہ سے سلام مسنون کہدیں، یہ نا کارہ ان سب کیلئے دعاء بھی کرتا ہے اور صلوٰۃ وسلام بھی پیش کرتا رہتا ہے۔

آپ کی حج کی درخواست کیلئے بھی دعاء گو ہوں اللہ تعالی قبول فرماوے، نیز لڑکیوں کی شادی کیلئے بھی دعاء گو ہوں اور مدرسہ کی تعمیر کیلئے بھی دعاء کرتا ہوں اللہ تبارک وتعالیٰ جلد از جلد تکمیل فرماوے، فقط والسلام۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم عبدالرحیم ۲۰؍ جولائی ۱۹۷۹ء

---

[۱] یہ سب گنگوہ کے حضرات تھے، جنکا حضرت نے تذکرہ فرمایا ہے، یہ اہل گنگوہ سے آپکی محبت اور شفقت کی بات ہے، کئی کئی بار ایصال ثواب کی بھی نوبت آئی۔

طلبہ اور مدرسین میں ذکر کا شوق پیدا کرو

عنایت فرمائیم قاری شریف صاحب

بعد سلام مسنون اسی وقت آپکا خط مورخہ ۱۷؍ اپریل آج ۲۹ کو پہنچا، اس سے پہلے کوئی خط آپ کا عرصہ سے نہیں آیا، البتہ کسی کی زبانی مجھے آپ کے مدرسہ کے بھی اور دیوبند کے بھی ہنگامے کی خبریں ملیں[۱] ایک کارڈ آپ کے نام لکھا تھا پہنچ گیا ہوگا، میں نے جو خبر سنی تھی وہ اتنی مفصل نہیں تھی جتنی آپ نے لکھی، فلاں مولوی سے میں واقف نہیں مگر فتنہ فساد[۲] کا زمانہ ہے جھوٹی افواہیں زور پکڑتی ہیں اور سچی خبروں کو چھپالیا جاتا ہے، میں نے پہلے کارڈ میں کچھ پڑھنے کو بھی لکھا تھا، اللہ تعالیٰ کا ذکر جتنا بھی طلبہ اور مدرسین میں شائع کریں گے مفید ہوگا اور فتنہ کو دبائے گا۔

اس سے اور بھی تعجب ہوا کہ آپ کے قتل کے ارادے ہوئے، اللہ تعالی ہی آپ کو آپ کے مدرسہ کو ہر مصیبت سے محفوظ رکھے، جبکہ آپ مدرسہ میں سورہے تھے اور اس

---

[۱] ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹۷۹ء میں مدرسہ میں تین استاذوں میں زبردست اختلاف ہوا، جن میں دو بہار کے تھے، انہوں نے علاقہ بہار کے طلبہ کو، اور تیسرے یوپی کے انہوں نے اپنے علاقہ کے طلبہ کو استعمال کیا، جھگڑا انکا تھا سر حضرت ناظم مدرسہؒ کے پڑا تھا، اسکے نتیجہ میں بعض مدرسین اور طلبہ کی کثیر تعداد مدرسہ سے نکل گئی تھی، اور علاقہ الہٰ آباد مقام

پھول پور میں جا کر ٹھیرے، پھر ان مفسدوں کے ساتھ بھی اللہ پاک نے وہی تاریخ لوٹائی جو فساد انہوں نے مدرسہ میں کیا تھا، اسی طرح کا بلکہ اس سے زیادہ ان کے ساتھ ہوا، جب ایک فساد کرنے والے مدرس حضرت شیخ کے یہاں اعتکاف میں آئے تو حضرت نے نکلوا دیا تھا، کیونکہ حضرتؒ کو مدرسوں میں اسٹرائک اور فساد کرنے والوں سے بہت نفرت تھی، فاعتبروا یا أولی الأبصار ۲؎ حضرت شیخ نے کیا خوب لکھا ہے، واقعی ہر جگہ فتنہ وفساد کرنے والے حقائق کو چھپایا کرتے ہیں اور غلط پروپگنڈہ کرتے ہیں، اور ایک طبقہ بلا تحقیق مان کر بدظنی اور بدزبانی کا گناہ خریدتا ہے حق تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرتا، اللہ پاک رحم فرمائے۔

قصہ سے بے فکر تھے پھر بچنے کی کیا صورت ہوئی؟ معلوم نہیں آپ نے مولوی منور صاحب کو بھی اس واقعہ کی اطلاع کی یا نہیں ان کو لکھیں کہ اس طالب علم کو جلدی بلا لیں۔

اس سے مسرت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے امن پیدا کر دیا آئندہ بھی اللہ تعالیٰ امن رکھے، میں نے یہ بھی سنا تھا کہ ان جانے والے طلبہ نے آپس میں عہد کیا تھا کہ مظاہر میں کوئی نہ جائے، معلوم نہیں اس کی کیا اصل ہے۔

تمہارے قلب ودماغ پر جتنا بھی اثر ہو قرین قیاس ہے، ہمارے یہاں کے ۱۳۸۲ھ کی اسٹرائک میں مجھ پر بھی اسی کا اثر رہا اور ہے، میں نے بہت کوشش کی تھی کہ دورہ کے طالب علم کو صوفی بنایا جائے، اور جب مشورہ ہوا تو میں نے کہا کہ دورہ کا کوئی طالب علم نہ ہوگا، مگر مولوی عبد المجید نے کہا کہ دورہ کے بھی شریک ہیں، اور جب تحقیق ہوئی تو معلوم ہوا کہ دورہ کے بھی سبھی طلبہ شریک اور متأثر ہیں تو بڑا قلق ہوا، میں نے لکھا تھا کہ جمعہ کے دن سورۂ کہف اور مغرب کے بعد روز آنہ ۴۱ رمرتبہ سورہ یٰسین کا ختم کرائیں، اور لوگوں سے کہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا سارے فتنوں کو دبانے والا ہے، اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تو دنیا قائم ہے پھر ایک مدرسہ کیا چیز ہوتی ہے؟۔

اہل خانہ سے میرا بھی سلام کہدیں ناکارہ سب کے لئے دعاء کرتا ہے، حکیم مسعود

صاحب کے صاحبزادگان جو گنگوہ میں ہیں ان سے بھی سلام مسنون کہدیں، اور کہدیں کہ تمہارے والد صاحب کا خط تمہارے احوال کے متعلق آیا تھا، والد صاحب ہی کو جواب لکھا کہ تم سب کے لئے دعاء کرتا ہوں اللہ تعالیٰ دین و دنیا کے مکارہ سے محفوظ فرما کر دارین کی ترقیات سے نوازے، فقط والسلام۔ ازحضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم حبیب اللہ ۲۹/اپریل ۱۹۷۹ء مدینہ طیبہ

مجھے ماثور دعائیں محبوب ہیں

عنایت فرمائیم قاری شریف صاحب سلمہ بعد سلام مسنون

اسی وقت عنایت نامہ پہونچا اس ناکارہ نے تو حزب البحر کی زکوٰۃ خود بھی ادانہیں کی نہ ارادہ ہے، اپنے کو تو ماثور دعائیں ہمیشہ سے محبوب ہیں، اسلئے اجازت ایسے شخص سے لینی چاہئے جسنے خود زکوٰۃ دی ہو اور وقت سے پہلے لینی چاہئے۔

اس سے بہت مسرت ہوئی کہ آپ نے آئندہ سال حج کا ارادہ فرمالیا ہے، حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل و کرم سے سہولت کے اسباب پیدا فرما کر سفر کو نہایت راحت و آرام سے تکمیل کو پہونچائے، اور پیاز کی تجارت میں برکت کی بھی دعاء کرتا ہوں، فقط والسلام۔

زکریا مظاہر علوم سہارنپور ۷/صفر ۱۳۸۰ھ

مادی ہدایا سے زیادہ روحانی ہدایا اہم ہیں

عنایت فرمائیم قاری شریف احمد صاحب گنگوہی سلمہ بعد سلام مسنون

آپ کا مفصل لفافہ مرسلہ از بمبئی آج ہی پہونچا، بمبئی سے تو آپ کی روانگی ہوگئی اسلئے وہاں تو جواب کا محل ہی نہیں رہا مکہ مکرمہ لکھ رہا ہوں۔

آپ کے لئے یہ نا کارہ دل سے دعاء کرتا ہے حق تعالی شانہ اپنے فضل وکرم سے دارین کی ترقیات سے نوازے، اور اپنی رضاء ومحبت اور مرضیات پر عمل کی زیادہ

---

[1] مدرسہ کے تمام امور انجام دہی کے ساتھ ساتھ کچھ تجارت پیازوں کی بھی کرتے تھے، اللہ پاک نے والد ماجد صاحبؒ کی پیاز کی تجارت میں برکت فرمائی اور اسی رقم سے حضرت والد ماجدؒ نے حج کیا، جس کا کئی بار اظہار فرمایا کرتے تھے، اور اپنے شیخ کی یاد میں روتے تھے، اللہ پاک دونوں کے درجات بلند فرمائے !! آمین۔

سے زیادہ توفیق عطا فرمائے، اور نامرضیات سے زیادہ سے زیادہ حفاظت فرمائے، کہ ہر کام ہمت سے ہی ہوتا ہے، اس وقت تو آپ ایسی اونچی جگہ ہیں کہ ہر نوع کا وبال دور ہوسکتا ہے، ملتزم پر ان امور کے لئے خاص طور سے دعاء کریں جنکے متعلق آپ نے مجھ سے شکایت لکھی ہے، اس سیاہ کار کو بھی اپنی دعوات میں یاد رکھیں۔

غالبًا آپ کو پہلے سے ہی معلوم ہوگا کہ حجاز مقدس کے مادی ہدایا کی اس نا کارہ کی نگاہ میں ذرا بھی قدر نہیں ہے، اسلئے اس نا کارہ کے لئے یہاں سے کسی رومال وغیرہ کی اتنی ضرورت نہیں جتنا یہاں آپ سے ہو سکے دعاء وطواف اور مدینہ پاک میں روضۂ اقدس پر سلام سے مدد فرمائیں کہ ان امور کا بندہ زیادہ محتاج ہے اور ان سے بہت زیادہ مسرت ہوئی، مفتی محمود صاحب یہاں کے بعد رائیپور سے آکر گنگوہ اور وہاں سے واپس آکر جمعرات کی صبح کو کانپور گئے۔

صوفی رشید صاحب سے معلوم ہوا کہ حاجی کامل صاحب[1] نے کسی رسالہ مطبوعہ میں جو گنگوہ سے ماہانہ نکلتا ہے اعلان کیا ہے کہ آخری جہاز سے وہ بھی ارادہ فرما رہے ہیں، مریدین میں سے جو ہمرکاب جانا چاہے تو تیاری کر لیں، خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنکو ہر سال جانے کی سعادت نصیب ہو جائے، مولانا الحاج سعید احمد خان صاحب[2] کی خدمت میں خاص طور سے

سلام کے بعد دعاء کی درخواست کر دیں، فقط والسلام۔ از زکریا ۷ شوال ۱۳۸۰ھ

۱ آپ بھی حضرت گنگوہیؒ کے پوتے تھے، آخر میں پاکستان چلے گئے تھے اور وہاں خانقاہ بنائی، وہیں انتقال ہوا، عجیب رنگ کے شخص تھے البیلا انداز تھا ۲ کھیڑہ افغان ضلع سہارنپور یوپی کے باشندہ تھے، مدینہ پاک ہجرت کر گئے تھے، جماعتِ تبلیغ کے بڑے مخلص ارکان میں سے تھے، عالم، فاضل، نیک صالح، سخاوت بہت کرتے تھے، نہایت سادہ، صحابہ کی محبت میں مغلوب تھے، عربوں میں دعوت وتبلیغ کا خوب کام انجام دیا ان میں بہت مقبول تھے، مدینہ طیبہ میں قیام کی سعادت عظمیٰ سے مشرف تھے، تا آخر حیات دعوت سے منسلک رہے، آپ بھی حضرت والد صاحبؒ سے بہت محبت رکھتے تھے، ہر سال مدرسہ میں ضرور تشریف لاتے اور بیان فرما کر تشکیل کرتے، اور طلبہ علماء میں دعوت وتبلیغ کی اہمیت واضح کرتے، اللہ پاک درجات بلند فرمائے۔

تنخواہوں کے سلسلہ میں ایک طویل مکاتبت

عنایت فرمائیم قاری شریف صاحب گنگوہی سلمہ بعد سلام مسنون۔

آپکا بہت طویل خط آیا مظاہر علوم کی تنخواہوں کی ترقیوں کے ۱ اس وقت ہونے کا تو میں بھی موافق نہیں تھا، مگر یہ صحیح نہیں کہ مظاہر علوم میں دار العلوم کے اتباع میں کیا گیا، مظاہر کے ملازمین کے گریڈ کا مسئلہ کئی سال سے زیر بحث تھا، مگر اتفاقاً ایسے وقت میں ہوا کہ دیوبند کا مسئلہ چل رہا تھا، اسلئے اگر اور مؤخر ہو جاتا تو اچھا تھا۔

اس سے بہت مسرت ہوئی کہ آپ کے مدرسہ کے ملازمین میں اس سے کوئی اسکے خلفشار نہیں ہوا ۲ اپنے ملازمین سے میری طرف سے سلام مسنون کے بعد مبارکباد کہدیں، اور یہ کہ میرے پیار و گرانی کا حال تو معلوم ہے مگر یہ مہتمم کے اختیار میں نہیں

۱ تنخواہوں کے سلسلہ میں اسی نوعیت کا خط دوسرے معاصر علماء کو بھی لکھا تھا، چنانچہ وہ سوال وجواب اس کے بعد میں پڑھیں
۲ اس وقت اکابر کی توجہات اور حضرت والد ماجدؒ کے خوف سے کوئی فساد وخلفشار کرنے کی ہمت نہیں ہوئی، جب وہ ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۰۰۵ء میں اللہ پاک کو پیارے ہو گئے، مصلحتاً ایک سال بظاہر خاموشی اور اندر اندر تخریب کی زبردست تیاری کی گئی، ایک گروہ اندر اور ایک گروہ باہر تیار کیا گیا، اور اس انقلابِ بغاوت کی تکمیل جسکی طویل طویل گندے خطوط میں بانی جامعہ کو خبر دی گئی تھی، چنانچہ ایک خط جسکی شروعات ان القاب سے کی گئی ہے ابغض المدیر من الاقوام الاخری جناب قاری شریف

صاحب بعد میں لکھا ہے کہ آپکی مخالفت و بغاوت کا ایک کہرام مچانے والے ہیں (پھر شاید ان کی علالت پر کچھ ترس آیا ہوگا یا انکے جلال اور رعب کے آگے جسکے سامنے حاسدوں مفسدوں کے پتے پانی ہوتے تھے کچھ کرنے کی ہمت نہیں ہوئی، اسلئے انکی وفات کا شدت سے انتظار کیا گیا) آگے لکھا ہے کہ آپ کے مرنے کے بعد مدرسہ میں انقلاب برپا کریں گے، جس سے خالد صاحب کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی، اس شر و فتنہ کو پورا کرنے کیلئے بطور سیاست تنخواہوں کا مدعا اٹھایا گیا، جسمیں یہ مطالبات تھے، جبکہ اس سال ماہ محرم پر سب کا اضافہ ہو چکا تھا (۲) ہم سب کی تنخواہوں میں کم از کم ڈیڑھ گنا اضافہ یعنی ہر ایک کی تنخواہ میں اس کی تنخواہ کا نصف اضافہ کیا جائے، اور یہ اضافہ اسی ماہ سے عنایت فرمایا جائے (جبکہ مہینہ ختم ہونے میں صرف چار پانچ دن باقی تھے، کیونکہ یہ حکمنامہ ۲۶ کو موصول ہوا تھا (۳) ہر سال اضافوں کے ساتھ گرانی کے حساب سے تنخواہوں میں۔ باقی آگے رصفحہ رپر

مالک کے اختیار میں ہے اسی سے مانگو اسکو مانگنے سے خوشی ہوتی ہے اور اسی کے قبضہ میں سارا مال و متاع ہے ناظم و مہتمم و سرپرست کے تو قلوب بھی اپنے قبضہ میں نہیں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تم لوگوں کی مدد فرمائے اور مدرسہ کو خلفشار سے بچائے۔

گرانی الاونس بھی شامل کیا جائے (۴) رمضان المبارک کے سفر کا الاونس ۲۰ فیصد مقرر کیا جائے، ان میں بعض پچاس فی صد کے جواز قائل تھے (۵) قربانی کے موقع پر اجرت معقول یعنی فی یوم دوسو روپے مقرر کی جائے (۶) باقی ماندہ اتفاقی رخصتوں کا معاوضہ دیا جائے (از جملہ مدرسین مدرسہ ۲۳ جمادی الاول ۱۴۲۷ھ) اس آڈر کے ساتھ بذریعہ ڈاک ایک خط میں لکھا گیا، اسی ماہ کے اندر اندر اس کو پورا کر دو ورنہ ہم استعفیٰ دیں گے، الگ مدرسہ بنائیں گے تجھکو ہٹا دیں گے، ہمارے پاس مہتمم بہت ہیں، غنڈے ہیں، گوجر ہیں، گولیاں ہیں، سیاسی طاقت ہے، اہل قصبہ ہیں، اہل دیہات ہیں، طلبہ کو بھڑکائیں گے، تیری عزت خاک میں ملائیں گے، بدنام کریں گے، چنانچہ سب کچھ کیا گیا اور خود اقرار بھی کیا، چنانچہ ایک صاحب لکھتے ہیں، کہ قصبہ اور اطراف قصبہ اور ملک کے اکثر و بیشتر علاقوں میں ادارے سے متعلق جو غلط افواہیں پھیلی ہیں وہ دراصل ہماری کم فہمی اور ناعاقبت اندیشی کا ثمرہ تھا (یعنی ہم نے) پھیلائی تھیں، ہم اس پر نہایت شرمندہ ہیں، ایک منٹ میں تم ہائے توبہ کروگے، دیوبند، سہارنپور کی طرح کریں گے، ایک دوسرے خط میں لکھا ہے کہ تو بخاری کیوں پڑھاتا ہے؟ اس کے لائق تو مولوی فلاں ہے، تو نظامت کیوں کرتا ہے؟ اسکے لائق تو فلاں ہے، تو پیری مریدی کیوں کرتا ہے؟ اس کے لائق تو فلاں ہے، تُو تو دربانی کے لائق ہے، تو ایسا ہے تیرے گھر والے ایسے اور تیرے بچے ایسے ہیں، مغلظات اتہامات کا طوفان اور نہایت قبیح گالیوں پر مشتمل خطوط تحریر کرائے گئے، اور وہ باتیں منسوب کی گئیں جنکا راقم الحروف سے کوئی واسطہ مطلب نہیں تھا، اس درمیان میں فتنہ دبانے کی ہر مخلصانہ کوشش، افہام و تفہیم، تنخواہ کے سلسلہ میں اضافے کے وعدہ حتیٰ کہ شوریٰ کا فیصلہ کہ مناسب و معتد بہ اضافہ ہوگا، سب حسد و بغاوت کی آگ میں خاک میں ملا دیا گیا، اور مادر علمی کے جملہ احسانات اور حضرت ناظم صاحبؒ کے جملہ احسانات کا یہ صلہ عنایت فرمایا گیا انا للہ وانا الیہ راجعون، کیونکہ اس پورے گروہ نے اسی ادارہ سے علمی، مالی، اقتصادی، تجارتی، بے شمار

فائدے اٹھائے تھے، جنکا شکر یہ انکی نسلیں مل کر بھی ادا کرتی تو کم تھا، تقریباً دو ماہ سے زیادہ کا عرصہ بذریعہ طلبہ وغیرہ ہر نوع کا فساد وفتنہ کر گئے، خود استعفیٰ دیکر تشریف لے گئے، مزید تعجب وافسوس ان کچّے کانوں پر جنھوں نے ایک ضابطہ بنالیا کہ منتظمین کے خلاف اٹھنے والا ہر گروہ سچّا اور مظلوم ہے، اور انتظامیہ ظالم ہے ان اللہ لا یحب الفساد، ان اللہ لایحب المفسدین، ولا تعثوا فی الارض مفسدین، گویا منسوخ، نقض عہد، نقض امن، تعلیمی نقصانات، کرنے والے برحق اور قابل تحسین لائق مبارکباد اچھے، اچھے لوگ تواصی بالحق، تواصی بالصبر سے غافل ہوکر تواصی بالباطل، تواصی بالشر، تواصی بالفساد والفتنہ، میں مبتلا ہوتے ہیں، یہ اہل حق کے گروہ کا عالم ہے تو دوسروں کی کیا شکایت کی جائے۔

میرا رمضان افریقہ کا تو کئی سال سے زیر بحث تھا، اور میری بیماری ایسی ہے کہ نہ کہیں جانے کی ہمت ہے، اور اپنے امراض کی وجہ سے اسکی بھی امید نہیں کہ میں جاسکوں گا، مگر مجھے مدارس میں ذکر کا بہت اہتمام ہو رہا ہے اسلئے کہ ذکر ہی سے فتن سے امن ہے، چونکہ میرے اور مفتی محمود صاحب کے بہت سے احباب افریقہ میں ہیں، اسلئے میں نے بھی ہمت کرلی کہ وہاں ذکر اور اعتکاف کا اہتمام کرلیں، اللہ تعالیٰ تم لوگوں کی مدد فرمائے، گنگوہ میں تو اکابر کی برکت سے ذکر کا سلسلہ تو ہے ہی تم سب حضرات ملکر اسکو باقی رکھو تو اچھا ہے۔

دارالعلوم کے متعلق تو خبریں یہاں پہنچتی رہتی ہیں، مگر خبروں کا آج کل حال یہ ہے کہ جھوٹی سچی پہنچتی رہتی ہیں، جن کے کئی راوی ہوتے ہیں انکو سچی سمجھ لیتے ہیں، حضرت مدنی کے صاحبزادے مولوی ارشد بھی ایک ماہ سے آئے ہوئے ہیں، اور روز آنہ دہلی اور دیوبند فون کرتے رہتے ہیں، مگر ملتا نہیں، صحیح لکھا کہ دارالعلوم کے حالات کو سیاسی سمجھ کر التفات نہیں کیا گیا، مگر دارالعلوم اور مظاہر علوم کے اقدامات میں بہت فرق ہے، اللہ تعالیٰ تمہارے مدرسہ کی مالی حالت کو درست کردے اور ہر نوع کی ترقیات سے نوازے، یہ اعتراض صحیح ہے کہ بڑے مدرسوں میں مدرسین کے پاس دو تین ہی اسباق

25

ہوتے ہیں، مگر جماعتیں اتنی بڑی ہوتی ہیں کہ ان کی وجہ سے دو تین سبقوں میں بھی بہت محنت کرنی پڑتی ہے، آپ تو خود ناظم ہیں اس فرق کو تو آپ خود بھی سمجھتے ہونگے۔

تمہارے خط سے یہ معلوم ہو کر کہ گنگوہ مدرسہ میں چار سو طلبہ ہیں بہت مسرت ہوئی، اللہ تعالی امن عافیت کے ساتھ ان میں اور اضافہ فرمائے، اپنے اہل وعیال سے میرا بھی سلام کہدیں، دوسرا ورقہ پھاڑ کر چاہے اپنے خط سمیت حکیم نھو صاحب کو دکھلا دیں، فقط والسلام۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم حبیب اللہ مدینہ طیبہ ۲۸/مارچ ۱۹۸۱ء

مکرم محترم حضرت اقدس دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج سامی ہر طرح بعافیت ہوں۔

چند گزارشات پیش خدمت ہیں، امید ہے کہ توجہ فرما کر غور وخوض فرمائیں گے، یقیناً آپ کا وقت بیحد قیمتی اور مشغولیت کا ہے، مگر دوسری جگہ کے مقابلہ میں آپ سے ہی عرض کرنا زیادہ بہتر معلوم ہوا۔

دارالعلوم کے حالات تو آپ سے مخفی نہیں، آپس میں جسقدر سب وشتم کیا جا رہا ہے شاید اس نصف صدی میں عوام کی طرف سے اس قدر نہ کیا گیا ہو، اب بھی خاموشی نہیں، اور کب تک جاری رہے یہ سلسلہ یہ بھی معلوم نہیں۔

حضرت مہتمم صاحب مدظلہ العالی دیوبند نے مخصوص اور سیاسی حالات کے پیش نظر تمام ملازمین مدرسہ کی تنخواہوں میں یکدم اضافہ کر کے دوگنا کر دیا، اسکی اتباع میں یا ضرورت کے تحت مظاہر علوم میں بھی غیر معمولی اضافہ کیا گیا، ان مرکزی اداروں

کے عمل سے کئی چیزیں سامنے آ گئیں۔

(۱) چھوٹے مدارس جو پورے علاقہ میں پھیلے ہوئے ہیں ان کے ذمہ دار کیا کریں، کہ یہاں کے مدرسین نے بھی دارالعلوم کو اور خصوصاً مظاہر علوم کو دلیل بنا کر اضافہ کا نہیں بلکہ دوگنا کا مطالبہ شروع کر دیا ہے، زیادہ پیسے کی کس کو ضرورت نہیں اور کس کو اچھے نہیں لگتے، مگر یہاں ان مدرسوں کا یہ حال ہے کہ رجب سے ہی قرض پہ قرض شروع ہو جاتا ہے اللہ اللہ کر کے رمضان آتا ہے، اور اسکی آمدنی سے سابقہ قرض پورا کیا جاتا ہے، اب اگر ان دونوں اداروں کی طرح غیر معمولی اضافہ کیا جائے تو ناقابل برداشت مشکلات میں پڑ جائیں گے۔

جبکہ حال یہ ہے کہ چھوٹے مدارس کے مدرسین پر زیادہ بار تعلیم اور دیگر امور کا ہے، مثلاً یہ کہ عام طور پر مدرسہ کے چھ چھ گھنٹے سبق کے ہوتے ہیں، جبکہ بڑے مدرسوں میں تین تین چار چار سے زیادہ کسی استاذ کے پاس نہیں، مزید یہ کہ فصل کے موقع پر یہاں لازمی طور پر دیہات میں جانا اور غلہ جمع کرنا ہوتا ہے، بڑے مدارس میں مدرسین نہیں جاتے، اور جاتے ہیں تو اپنے اختیار سے لازمی نہیں۔

اسی طرح رمضان کے موقع پر چھوٹے مدارس میں ہر مدرس کو چندہ کرنا لازمی ہے، بڑوں میں لازمی نہیں، مدرسہ کی طرف سے کسی کو بھی مجبور نہیں کیا جا سکتا، چھوٹے مدارس میں جزو ملازمت بن گیا ہے، بڑے مدارس میں اب کئی سال سے وہاں کی گنجائش کے مقابلہ میں طلبہ کا داخلہ کم کیا جا رہا ہے، کمروں کی یا درسگاہوں کی تنگی کا عذر سامنے رہتا ہے، جبکہ سالانہ حسابات آمد ورفت سے کافی بچت ہوتی ہے، دیگر

ملازمین کی تعداد میں بلا تکلف اضافہ کیا جارہا ہے، اور تقریباً مزاج یہ بنتا جارہا ہے کہ تعداد طلبہ زیادہ نہو۔

چھوٹے مدارس والے چونکہ ہر اعتبار سے چھوٹے ہیں ان پر دباؤ پڑتا ہے، خود بڑے اداروں کے ذمہ داروں کا دباؤ اور سفارشیں اپنے متعلقین کو داخلہ اس قدر ہوتی ہیں کہ انکو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، کہ آئندہ ان چھوٹے مدرسوں کے طلبہ کو تکمیل کیلئے ان بڑے مدرسوں میں جانا اور داخلہ لینا ہوتا ہے، اگر چھوٹے مدرسہ والے اپنی کم مائیگی اور تنگی کیوجہ سے داخلہ نہ کریں تو کل یہاں سے جانے والے طلبہ کے داخلہ میں مشکلات درپیش ہوتی ہیں۔

(۲) مزید یہ کہ اکابر کا معمول اور طرز زندگی یہ ہے کہ مدرسہ سے بقدر کفایت وظیفہ لیا جائے، اور طرز زندگی میں ان حضرات کا معیار عوام کے معیار سے کمزور رہا ہے، گو اس زمانہ میں قلوب وقویٰ کے ضعف کے سبب وہ معیار تو نہیں رکھ سکتے مگر تموّل کی کیفیت تو پیدا نہیں ہونی چاہئے، جبکہ کم سے کم درجہ ملازمین کو بھی بہت اچھی مقدار میں تنخواہ ملیگی تو اس جماعت کا معیار اسقدر بلند ہوگا کہ عوام سے ٹکراؤ پیدا ہونے کی صورت اور خطرہ پیدا ہوگا، کیونکہ عام حالات میں مزدور کو ڈھائی سو اور درمیانی آدمی کو چارسو یا پانچسو روپے ملتے یا پڑتے ہیں۔

(۳) پھر دینی خدمت کا جذبہ محنت ومشقت کرنیکی عادت ختم ہوجائیگی، عوام کی زبانوں پر اب تک یہ رہا ہے کی علماء کم سے کم تنخواہ لیکر دینی خدمت کرتے

ہیں، مگر اسکے برعکس یہ ہوگا کہ علماء کسی پر کوئی احسان نہیں کر رہے ہیں جبکہ بڑی بڑی تنخواہ اور مشاہرہ لے رہے ہیں۔

(۴) معاونین حضرات عام طور پر زکوٰۃ کی رقومات زیادہ عطیہ کم دیتے ہیں، پھر عوام کی زبان پر یہ بات آنے لگے گی کہ مولوی ہمارے زکوٰۃ کے پیسہ سے مالدار بن رہے ہیں، خود ان کے ماحول، عزیز واقارب، احباب، اہل محلّہ سبکی نظروں میں تحاسد، تباغض کا ذریعہ ہوگا، یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ پیسے کی کثرت سے آدمی کے مزاج میں تغیر ہوتا ہے جو دوسروں پر اثر انداز ہوتا ہے، بہر حال یہ چند اشکالات ہیں، حضرت والا سے دست بستہ عرض ہے کہ جوابات سے سرفراز فرما کر ممنون فرمائیں گے، فقط والسلام مع الاکرام۔

بخدمت گرامی جناب الحاج مولانا عبیداللہ صاحب مدظلہ حضرت جناب مولانا محمد اظہارالحسن صاحب مدظلہ حضرت مولانا محمد عمر صاحب مولانا یعقوب صاحب قاری ظہیر صاحب[۱] کی خدمت میں سلام مسنون۔

احقر شریف احمد

خادم مدرسہ اشرف العلوم گنگوہ ۲۹/۱/۸۱

---

[۱] مولانا قاری ظہیر صاحب والد صاحبؒ کے خاص دوست تھے، حضرت والد صاحب نے انکے متعلق اپنی خاص

بیاض میں لکھا ہے ۹/رجب ۱۴۱۴ھ میں مولانا قاری ظہیر صاحب انتقال کر گئے انا لله وانا اليه راجعون پوری زندگی نظام الدین کار تبلیغ میں مشغول رہکر گذاری، بہت ہنس مکھ آدمی تھے ۴۴/۴۵/۱۹۴۶ء مظاہر علوم میں ساتھ رہے، مسجد کلثومیہ کی پنج گانہ نماز کی امامت ہم دونوں کے ذمہ تھی ۱۹۴۷ء میں ہم سب دیوبند آ گئے، تین سال دارالعلوم رہکر ۱۹۴۹ء میں فراغت پائی، اللہ تعالی انکی قبر کو نور سے بھر دے، بڑا کام کیا۔

جواب

مکرم و محترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا گرامی نامہ حضرت جی دام مجدہم (مولانا انعام الحسن صاحبؒ) کے نام موصول ہوا، حضرت نے اسکا جواب بھی ارشاد فرمایا جسکا خلاصہ کیا ہے، کہ آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ صحیح ہے، خود حضرت والا کی رائے یہی ہے جو آپ نے صفحہ نمبر ۱ تحریر کی ہے، مگر بقیہ سرپرستوں نے کسی فتنہ سے بچنے کے لئے یہ صورت اختیار کی جو آپ نے تحریر کی ہے، اللہ تعالیٰ ہی تمام فتنوں سے سبکی حفاظت فرمائے، اور بقیہ مدارس کو اپنے نہجِ قدیم پر ثابت قدم فرمائے۔

حضرت جی دام مجدہم اس وقت جنوبی ہند کے دورہ پر تشریف لے گئے ہیں، آپ حضرات دعاء فرمائیں کہ بھرپور قبولیت کے ساتھ یہ سفر پورا ہو، بندہ ناکارہ بھی بہت دعاء کا محتاج ہے، امید ہیکہ اپنی نیک دعاؤں میں ضرور شامل فرماتے ہوں گے، تمام اساتذہ وطلبہ اور احباب دعوۃ وتبلیغ کی خدمت میں سلام مسنون اور حکیم صاحب کی خدمت میں بھی سلام مسنون، فقط والسلام۔

بندہ عبیداللہ

بقلم عبیداللہ ا

وقت کی قدر کرنی چاہیئے

عنایت فرمایئم الحاج قاری شریف صاحب سلمہ بعد سلام مسنون

حامل عریضہ میرے دو سورتی مہمان جنمیں سے ایک لندن رہتے ہیں، گنگوہ

۱؎ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاویؒ مبلغ اور شیخ الحدیث مدرسہ کاشف العلوم نظام الدین مرکز دہلی۔

حاضر ہو رہے ہیں پہلی مرتبہ، کسی بچہ کو انکے ساتھ کر دیں کہ مزارات کی زیارت کرادے، دو پہر کو یہ جلال آباد کا ارادہ کر رہے ہیں کہ مولانا مسیح اللہ صاحب۱؎ لندن کے دورہ میں ان کے یہاں مقیم تھے، اور شام ہی کو وہاں سے واپسی کا ارادہ ہے کہ کل کو ان کی سیٹ ہے، اجنبیت کی وجہ سے وقت زیادہ ضائع نہ ہو اسلئے آپ کو پرچہ لکھوا رہا ہوں، فقط والسلام۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم حبیب اللہ ۲۳/ ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ

<u>مدرسہ کے لئے دل سے دعاء کرتا ہوں</u>

عنایت فرمایئم سلمہ قاری شریف احمد صاحب مدفیوضہم

بعد سلام مسنون عنایت نامہ پہونچا، دعوت ولیمہ کی روایت تو غلط ہے۲؎ دعوت عقیقہ ضرور ہے، اور وہ بھی میری کم ظرفی سے کئی بیک وقت جمع ہو گئے، عزیز سعدی سلمہ لڑکے کا تو اصل ہے جو پہلے سے تجویز تھا، چندروز ہوئے عزیز زبیر کی لڑکی پیدا ہوئی اسکو

۱؎ مراد حضرت مولانا شاہ مسیح اللہ صاحب جلال آبادیؒ ہیں، حضرت تھانویؒ کے خلیفہ تھے نیک طبیعت، نرم مزاج، صالح اور مصلح، کثیر الفیض بزرگ تھے، آپ سے ملک اور بیرونِ ملک خوب فیض پہونچا، حضرت والد صاحبؒ کا آپ کے ساتھ بھی کافی ربط رہا، مفتاح العلوم کے ابتدائی زمانہ میں حضرتؒ کو مدرسہ کیلئے جب ضرورت پڑتی تو اس کے لئے قاری خدا بخش مرحوم جو حضرت کے مدرسہ میں مدرس تھے، والد صاحبؒ کے پاس بھیجا کرتے تھے اور حضرت والد صاحبؒ انکا تعاون فرماتے تھے، ایک بار حضرتؒ کو کچھ کتابوں کی ضرورت تھی تو اسکے لئے آپنے اپنے یہاں کے ایک بڑے مدرس مولانا یٰسین صاحب (اللہ کو پیارے ہو گئے رحمۃ اللہ علیہ) کو بھیجا تھا اور وہ کتابیں منگائی تھیں، اس سلسلہ کے کچھ خطوط جن میں ان دونوں معاصر

بزرگوں کی خط وکتابت ہوئی ہے بندہ کے پاس محفوظ ہیں، اللہ پاک ان بزرگوں کے لگائے ہوئے گلشنوں کی حفاظت فرمائے، اورانکے درجات بلند فرمائے آمین ۲؎ یعنی حضرت شیخ کے یہاں دعوت عقیقہ ہوئی تھی نا کہ دعوت ولیمہ، کسی نے اسکو دعوت ولیمہ سمجھا تو اس غلط فہمی کے ازالہ کے لئے حضرت نے یہ جملہ لکھا ہے، اس سے مقصود دعوت ولیمہ والی روایت پر کلام کرنا نہیں ہے، نہ یہ اس خط کا پس منظر ہے۔

بھی اسی میں شامل کردیا، اور عزیزم مولوی اجتبا تمہارے مدرسہ کے سابق مدرس کا نکاح بھی کئی ماہ سے ٹل رہا تھا میری معذوری کی وجہ سے وہ بھی سہارنپور ہی میں طے ہوگیا، کہ لڑکا اور لڑکی کے ابا یہیں آجائیں۔

مدرسہ کی تعمیر کے سلسلہ میں دل سے دعاء کرتا ہوں، اللہ جل شانہ نہایت سہولت کے ساتھ باحسن وجوہ اسکو تکمیل کو پہنچائے، واقعی کام بہت بڑا ہے۔

آپکی پیازوں کی تجارت کیلئے بھی یہ ناکارہ دل سے دعاء کرتا ہے، اللہ جل شانہ اپنے فضل وکرم سے زیادہ نفع عطا فرمائے، فقط والسلام۔

حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب مدظلہم

بقلم حبیب اللہ ۷؍رجب ۱۳۹۲ھ

حضرت گنگوہیؒ کی روحانیت مدرسہ کی طرف متوجہ ہے

حضرت اقدس دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سلام مسنون کے بعد عرض ہیکہ گذشتہ ہفتہ اشرف العلوم کے ایک مدرس جناب مولوی سراج الحق صاحب جو بہت ہی نیک اور صالح آدمی ہیں، انہوں نے یہ خواب دیکھا، کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنی جگہ یعنی قبر مبارک سے اٹھکر چلدئے اور رخ مدرسہ کی طرف ہے، انھوں نے حیرت زدہ ہوکر دریافت کیا ایسا کیوں ہورہاہے؟ قبر سے آواز آئی کہ اب ادھر کا دروازہ بند کردو، یا کردیا گیا ہے اور اسی طرف کو چلنا ہے یعنی مدرسہ کی طرف کو، فقط والسلام۔

بقلم احقر شریف احمد

ا؎ مولانا سراج صاحب چمپارنی یہاں کافی عرصہ مدرس رہے، اپنی ذات میں نیک وصالح آدمی ہیں، سادگی کی وجہ سے مدرسہ کے طوفان وفتنہ کے سیلاب میں بہہ گئے تھے، پھر اپنی حرکات پر تنبہ ہوا اور مدرسہ میں آنا جانا اور تلافی کی صورت اختیار کی، یہ بھی بڑی بات ہے۔

جواب مبارک از حضرت شیخؒ

مکرم ومحترم قاری شریف صاحب مدفیوضھم بعد سلام مسنون!

اسی وقت آپکا دستی گرامی نامہ ایسے ہجوم میں ملا، قرب رمضان کی وجہ سے رمضان کے مہمانوں کی آمد بھی شروع ہوگئی اوران سے زیادہ ان لوگوں کی جو رمضان سے قبل اپنے اپنے مدارس کے امتحان سے فارغ ہوکر آرہے ہیں اور رمضان اپنے اپنے اوطان پر کریں گے، تقریباً کل ملکی غیر ملکی ۱۰۰ مہمان تھے۔

خواب آپ کے مدرسہ کیلئے نہایت مبارک ہے کسی تعبیر کا محتاج نہیں، حضرت قدس سرہ کی روحانیت آپکے مدرسہ کی طرف متوجہ ہے، اور مدرسہ کی اعانت جسمانی و مالی حضرتِ حق تعالیٰ کی بارگاہ تک اقرب ترین راستہ ہے، اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے۔

ایک پرچہ حکیم ننھو صاحب کے نام اسی واسطہ لکھوار ہا ہوں کہ لفافہ کا وزن بڑھ نہ جاوے، اس پرچہ کو علیحدہ کرکے حکیم صاحب سے اسکا جواب لیکر کسی آنے والے کے ہاتھ بھیج دیں، فقط والسلام۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب

بقلم احمد گجراتی ۲۱/رجب ۱۳۹۲ھ

حضرت شیخؒ کے نام ایک مکتوب

مرشدی ومولائی حضرت اقدس دامت برکاتہم ادام اللہ ظلالکم علی رؤسنا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ حقیر دیر سے آستانۂ عالی سے منسلک ہے، اور آنحضرت کی بے انتہاء عنایتوں اور نوازشات کا مرہون ہے، لیکن اپنی بدقسمتی اور محرومی پر گاہے گاہے اسقدر تأسف ہوتا ہے کہ کئی کئی روز افسوس اور غم میں گذر جاتے ہیں، کہ وقت سب چلا گیا اور کچھ بھی نہ کرسکا، کچھ اپنی کم ہمتی اور کچھ مدرسہ کی ہمہ وقت مشغولیات کچھ کرنے سے مانع رہیں، کئی مرتبہ رمضان میں قیام کا ارادہ کیا وہ بھی پورا نہ کرسکا، کہ مدرسہ کی ذمہ داری اور اسفار نے مہلت نہ دی، بہت مرتبہ ذکر شروع کیا مگر سال چھ ماہ کے بعد وہ سلسلہ بھی نہ رہ سکا، اب پہلے سے بھی زیادہ مدرسہ کے ہمہ وقت مشاغل اور دماغی تفکرات گھیرے ہوئے ہیں، ادھر مدرسہ کی تعمیر کا ایک نیا کام شروع ہے جسکی نگرانی اور ضروری سامان مہیا کرنے میں بہت ہی جدوجہد اور مصروفیت رہتی ہے۔

سالِ گذشتہ حضرت مفتی محمود صاحب کی ترغیب پر پھر ذکر شروع کیا، تقریباً ڈیڑھ سال سے زیادہ ہوگیا، مداومت اور پورا کرنے کی سعی کے باوجود بھی گاہے گاہے ترک ہوجاتا ہے، گاہے تمام تسبیحات اور گاہے نصف تسبیحات، پھر دوسرے وقت میں پورا کرنے کی سعی کرتا ہوں، کبھی ہوجاتی ہیں کبھی نہیں، اس کوتاہی اور کمزوری کی وجہ سے حضرت والا سے تاہنوز ذکر نہ کرسکا، محض اس شرمندگی کی وجہ سے عرض کرنے کی ہمت نہ پڑی، اب حضرت والا سے دست بستہ عرض ہے کہ خدارا اس بدکردار اور کوتاہ کار پر نظر کرم فرماتے ہوئے توجہ فرمائیں کہ ذکر پر مداومت کرسکوں، مسجد کی تعمیر برابر جاری ہے چھت کا کچھ حصہ باقی رہ گیا حق تعالیٰ اس کی تکمیل اور قبول فرمائے آمین۔

فقط والسلام

احقر شریف احمد

دینی کاموں میں اخلاص کے لئے مستقل محنت کی ضرورت ہے

جواب مبارک از حضرت شیخؒ

مپندار جان پدر گر کسی که بے سعی ہر گز بجائے رسی

عنایت فرمائیم سلمہٗ بعد سلام مسنون!

تمہارا محبت نامہ ملا تمہارے دینی اور سلوکی جذبہ سے مسرت ہوئی اللہ جل شانہ اپنے فضل وکرم سے ہر نوع کی ترقیات سے نوازے، اپنی رضاء ومحبت عطاء فرمائے۔

مدرسہ کے مشاغل بہت اہم اور بہت قیمتی ہیں اور اجر وثواب کے لحاظ سے صدقۂ جاریہ ہے جو بہت مبارک ہے، لیکن ہر دینی کام میں اخلاص پیدا کرنے کے لئے قلب کی اصلاح کی مستقل ضرورت ہے، اور ہر کام اپنے ہی وسائل وذرائع سے ہوا کرتا ہے۔

کوئی شخص یہ کوشش کرے کہ وہ علم حدیث میں ہر وقت مشغول ومنہمک رہے اس کے علوشان اور اجر وثواب میں تو انکار نہیں، مگر صدرا شمس بازغہ جب ہی پڑھا سکے گا

جب اس کو پڑھا ہوگا، اس لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ مدرسہ کی خدمت اور علمی مشاغل کے باوجود اوراد وظائف کے لئے اور قلب کی اصلاح کے لئے جو وقت آپ سکون کا اور یکسوئی کا پیدا کر سکتے ہوں دو گھنٹے کم از کم اس کام کے لئے ضرور دیں، آخر بدنی غذا کے لئے بھی تو وقت نکالنا ہی پڑتا ہے۔

جب کھانا پینا بدن کی غذا ہے، جو بہر حال مر کر بوسیدہ ہو جائے گا گل سڑ جائے گا، اور اس کے لئے ہم لوگ سارے مشاغل کے باوجود وقت نکالتے ہی ہیں، اور اس میں دو وقت کی چائے اور دو وقت کے کھانے میں دو گھنٹہ سے زائد خرچ ہوتا ہے، اور یہ اوراد و وظائف روح کی غذا جو کبھی ختم ہونے والی نہیں۔

یہ ضروری نہیں کہ دو گھنٹہ آپ مسلسل وہاں خرچ کریں، ایک گھنٹہ صبح کی نماز کے بعد، ایک گھنٹہ مغرب کی نماز کے بعد خاص کر لیں تو کچھ مشکل نہیں، مگر شرط یہ ہے کہ شروع کرنے کے بعد ناغہ نہ ہو، کہ اس سے بہت زیادہ بے برکتی ہوتی ہے، اور خوش قسمتی سے تو آپ کے یہاں فیوض و برکات کے سمندر جاری ہیں، صبح کی نماز پڑھتے ہی حضرت امام ربانیؒ کے مزار پر ایک گھنٹہ کے لئے اور مغرب یا عشاء کی نماز کے بعد قطب صاحبؒ کے مزار پر بیٹھ کر یکسوئی اور توجہ سے اوراد و اشتغال ادا کریں تو بہت زیادہ مفید ہے، میرا منہ تو کہنے کا نہیں ہے اس لئے کہ خود کچھ نہیں کیا ما استقمت فما قولی لك استقیمی اس کا تو مجھے بھی قلق ہے، کہ ماہ مبارک کا ایک عشرہ بھی میرے پاس

گذر جاتا تو زیادہ اچھا تھا۔

اہل مدارس اور اہل چندہ پہلا عشرہ اسی واسطہ گزارتے ہیں کہ اخیر میں چندہ کرنا پڑتا ہے، مگر اب تو اسکا بھی وقت نکل گیا کہ یہ ناکارہ علی شرف الرحیل لب گور بیٹھا ہے، دیکھئے اب اسکا وقت بھی آتا ہے یا نہیں، البتہ مفتی صاحب سے آپ جوڑ پیدا کرلیں کہ ان کی شفقتیں آپ پر ہمیشہ سے رہی ہیں، اور میں اپنے متعلقین کو بھی مفتی صاحب[1] اور مولانا منور صاحب[2] و دیگر احباب کے حوالہ کررہا ہوں کہ میری زندگی کا ہر ہر دن کم ہوتا جارہا ہے، میری زندگی اب ختم ہو چکی ہے۔

ذکر کا خاصہ یہ ہے کہ آدمی اگر شروع نہ کرے تو کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اسکے شروع کرنے کے بعد چھوڑنے سے بے برکتی بھی ہوتی ہے اور اسکا اثر دوسری عبادت پر بھی ضرور پڑتا ہے، بہت تجربہ ہے، آپکے مدرسہ اور مسجد کی تعمیر کی تکمیل کے لئے دل سے

---

[1] مراد حضرت مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہیؒ بڑے عالم فاضل محدث وفقیہ تھے، علوم ظاہریہ باطنیہ میں کامل وماہر تھے، شیخ کے خلیفۂ اجل تھے ۴۰؍ سال حضرت شیخ کی تربیت میں رہکر اجازت سے سرفراز ہوئے، اور آپ کا فیض عالم کو پہنچا اور پہنچ رہا ہے، حضرت والدِ گرامی کے ساتھ بہت زیادہ تعلق تھا، انکے باہمی تعلقات کے تقریباً ۴۵؍ خطوط شاہد ہیں، جن میں بہت سے حقائق ہیں، استاذ ہونے کے باوجود اپنے شاگرد کو بڑے اہم القاب سے یاد کرتے تھے اور ان کے کارنامہ پر غبطہ کرتے، ایک خط میں لکھتے ہیں آپ جو کچھ علم دین کی خدمت کررہے ہیں جملہ اساتذہ وملازمین اور طلبہ آپ کے رہین منت ہیں، آگے لکھتے ہیں آپکو دیکھ کر بہت غبطہ پیدا ہوتا ہے، لیکن ارشاد باری تعالیٰ ہے: ولا تتمنوا ما فضل الله به بعضكم علىٰ بعض اور ایک جگہ لکھتے ہیں یہ مشورہ آپکے احسانات اور قدیم تعلقات کی بنا پر بطور شفقت تھا، حضرت مفتی صاحبؒ کے اس جملہ آپ کے احسانات وقدیم تعلقات میں بہت کچھ اظہار ہے، دورِ طالبِ علمی میں حضرت والد صاحبؒ نے مسلسل تین سال تک اپنے استاذ گرامی کو جب آپ پر غربت کا عالم تھا اپنی طرف سے ناشتہ کرایا، پھر انکے ساتھ لدھیانہ کے قیام میں بھی ساتھ

رہے، اور انکے بہت سے معاملات میں انکی بہت نصرت کی، اور مدرسہ کے معاملات میں مشورے کرتے رہے، اللہ پاک دونوں بزرگوں کو بلند ترین مقام عطاء فرمائے آمین، دونوں استاذ وشاگرد تھے، پیر بھائی بھی تھے، اور وطن کا رشتہ بھی تھا، اور بہت زیادہ قربت و بے تکلفانہ تعلقات تھے ۲؎ آپ بھی حضرت شیخ کے خلیفہ تھے، خانقاہ مرشد کے بہت سے انتظام انکے حوالہ تھے، انکے حالات جاننے کے لئے (حضرت شیخ اور انکے خلفاء) نامی کتاب کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

دعاء کرتا ہے، فقط والسلام۔

امام ربانیؒ کے مزار پر جانے کا کوئی وقت مقرر کرلیں مگر یکسوئی کے ساتھ، خدام کے ساتھ نہیں، فقط والسلام۔

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ ۹؍صفر ۱۳۹۳ھ
بقلم نجیب اللہ چمپارنی

2

دوسرا مکتوب حضرت شیخؒ کے نام ۲۲؍صفر ۹۳ھ چہار شنبہ

مرشدی ومولائی سیدنا المحترم دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت والا کی توجہ کی برکت سے ذکر پر مداومت ہورہی ہے، پہلے کبھی کبھی ترک بھی ہوگیا مگر اب بحمد اللہ تعالیٰ ناغہ نہیں ہورہا ہے۔

مزار پر حاضری ابھی تک مداومت کیساتھ نہیں ہوئی، ہر وقت فکر مند ہوں کہ روزانہ پابندی سے ہر دونوں مزارات پر حاضری ہوجائے اور ذکر کرنے کا موقع بھی مل جائے، لفافہ مولانا مصباح الحسن صاحب کو فوری پہونچا دیا گیا تھا، مولانا ایوب صاحب کی طبیعت خراب چل رہی ہے، کل چار بجے کے قریب صاحبزادۂ محترم مولانا اسعد صاحب تشریف لائے، کچھ دیر مولانا ایوب صاحب کے یہاں کچھ

حکیم صاحب قبلہ کے یہاں ، پھر مزارات پر حاضری دیکر ٦ بجے کے قریب واپس ہوئے۔

گذشتہ ہفتہ جن دنوں ایک عریضہ حضرت کی خدمت والا میں تحریر کیا، ایک خواب دیکھا، میں ایک پختہ سیدھی سڑک پر جارہا ہوں، سامنے ایک بڑا درخت ہے جس میں ایک محال ہے ''شہد کی مکھیوں کا چھتہ'' بہت سے لوگ نیچے کھڑے محال توڑنے اور شہد حاصل کرنے کی فکر میں ہیں، مجھے ان سب کو دیکھکر کسی قدر وحشت ہوئی اور ساتھ ہی محال توڑنے کی تمنا بھی ہوئی، بس فوراً ہی محال کے اندر سے پورا چھتہ مع شہد کے جس میں ایک ڈنڈی بھی لگی ہوئی ہے، میرے دور کھڑے کے ہاتھ میں آگیا اور سب لوگ یوں ہی رہ گئے محال اپنی جگہ پر بدستور بیٹھا رہا، فقط والسلام۔

ہر حال میں حضرت والا کے الطافِ بیکراں کا محتاج ہوں۔ ختم

احقر شریف احمد

32

ذکر اللہ پر خوشی کا اظہار

جواب مبارک از حضرت شیخؒ

مکرم ومحترم مد فیوضکم ---------------------------------- بعد سلام مسنون

اسی وقت محبت نامہ پنجشنبہ کی دو پہر کو پہونچا، اس سے بہت مسرت ہوئی کہ اللہ جل شانہ نے اپنے فضل وکرم سے ذکر پر مداومت کی توفیق عطا فرمائی۔

عزیز مولوی مصباحؔ کے پاس لفافہ پہونچنے کی اطلاع تو انہوں نے خود ہی دیدی تھی، اوران کو غلط اطلاع کسی احمق نے دیدی کہ عزیزم بدھ کی صبح کو سہارنپور پہونچ جائیں گے، وہ کل سے آئے پڑے ہیں حالانکہ آج جمعرات کو تو ان کے نظام الدین پہونچنے کی خبر ہے، یہاں اگر جلد سے جلد آئے تو شنبہ کو آسکیں گے، ورنہ کل شام کو عزیزان عاقل سلمان وغیرہ سب ۱۱/ بجے دہلی گئے ہیں اور کل جمعہ کو واپسی ہوگی ان کی واپسی پر عزیزان کی آمد کا حال معلوم ہوگا، اوراگر وہ بابو جی کی گاڑی میں آگئے اور گاڑی کی واپسی کی جلدی نہ ہوئی تو شاید مجھے بھی مزار پرؔ حاضری کی سعادت حاصل ہوجائے عزیز مولوی اسعد کا تو اس مرتبہ یہاں، انتظار ہی رہا، سنتا ہی رہا کہ اب آرہے ہیں کل دوپہر کو آرہے ہیں۔

خواب بہت مبارک ہے، کسی تعبیر کا محتاج نہیں یہ انشاءاللہ تمہارے دینی اعمال کی قبولیت کی بشارت ہے اور انشاءاللہ تعالیٰ تمہارے مدرسہ کی تکمیل وفروغ کا مژدہ ہے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے شہد کی تعبیر قرآن ہی سے لی ہے، فقط والسلام۔

حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب مدفیوضہم

بقلم نجیب اللہ ۲۳/صفر ۱۳۹۳ھ

اپنے متعلقین کو مدرسہ میں داخل کرانا

عنایت فرمائم جناب الحاج قاری شریف احمد صاحب مدفیوضکم

بعد سلام مسنون میرے مخلص دوست ننھے خاں میرٹھی جن سے شاید تم بھی واقف

۱ؖ ان سطور کو لکھنے کے اوقات میں محترم المقام مولانا حکیم عزیر احمد صاحب کاندھلوی تشریف لائے اور یہ بتایا کہ مولوی مصباح مرحوم عارف باللہ جامع الکمالات والبرکات حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب دامت برکاتھم کے بھتیجے ہوتے تھے واصل بحق ہوگئے اللہ پاک درجات بلند فرمائے۔ ۱ؖ یہ خط اب سے تقریباً ۳۶/ سال پہلے کا ہے اس وقت ایک شیخ کامل نے اپنے مرید مخلص اور خادم کو اتنی عظیم بشارت دی اور مدرسہ کی تکمیل وفروغ کا مژدہ سنایا الحمد للہ مدرسہ کا کام حضرت والد ماجدؒ کی حیات میں تعمیر کے اعتبار سے تقریباً مکمل ہوگیا حضرتؒ کے روحانی فیوض وبرکات کا سلسلہ والد صاحبؒ کیساتھ آخر تک چلتا رہا اللہ پاک دونوں کے درجات بلند فرمائے ! آمین!

ہو سارے رمضان کھانے کے وہی منتظم رہے، ان کے لڑکے حافظ محمد اقبال سلمہ جنہوں نے حفظ قرآن تو یہاں مولوی نصیر کے مدرسہ میں کیا آئندہ تعلیم کے لئے آپ کے مدرسہ میں آرہے ہیں، اللہ کرے کہ آپ کی توجہ سے علم کی دولت سے مالا مال ہوجائے۔ ہمارے مدرسہ میں ابتدائی تعلیم شاخ میں ہے جو بہت دور بھی ہے اور وہاں نگرانی کی بھی کوئی صورت نہیں، اسلئے میں نے آپ کا مدرسہ تجویز کیا تھا اللہ تعالی آپکو اور آپ کے مدرسہ کو جملہ مکارہ سے محفوظ فرما کر دارین کی ترقیات سے نوازے، فقط والسلام۔

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ

بقلم حبیب اللہ ۱۴/ شوال ۱۳۹۴ھ

ذکر شروع کرنے کے بعد چھوڑنا نقصان دہ ہے

بعد سلام مسنون، تم لوگوں کو جوابی خط لکھنے کی ضرورت نہیں۔

مضمون سے تو معلوم ہوا کہ یہ بہت پرانہ خط ہے، کارڈ پر کوئی تاریخ بھی نہیں ہے، میں ذکر بالجہر شروع کرانے میں اسی واسطہ بہت تامل اور تاخیر کیا کرتا ہوں کہ ذکر بالجہر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں مگر شروع کرنے کے بعد چھوڑنے میں بہت مضر ہوتا ہے، غذائیں ہیں خمیرے ہیں جتنا کھائیں اتنا ہی مفید ہے، نہ کھائیں تو نقصان نہیں،

دوائیں ہیں مسہل ہیں بسا اوقات انکا چھوڑنا بہت مضر ہوتا ہے، اگر ہوسکے تو متفرق اوقات میں پورا کرلیں۔

آپ کے مدرسہ پر قرضہ کی خبر سن کر بہت قلق ہوا اللہ تعالیٰ ہی مدد کریں، یہ ناکارہ دل سے دعاء کرتا ہے اللہ جل شانہ اپنے فضل وکرم سے آپ کے پیازوں میں برکت عطا فرمائے، اس ناکارہ کا وعدہ اور ارادہ تو گنگوہ کا تھا، مگر یہ دل چاہتا ہے کہ روانگی کا جتنا قریب ہو اچھا ہے، انشاءاللہ روانگی سے پہلے اطلاع دونگا، فقط والسلام۔

حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب
بقلم مظہر عالم ۱۷ ارشوال ۹۴ھ

گنگوہ نہ آنے پر اظہار تعجب

عنایت فرمائیم جناب الحاج مولوی شریف احمد صاحب مدفیوضہم

بعد سلام مسنون حامل عریضہ مولانا عبدالحلیم صاحب میرے مخلص مولانا یونس صاحب شیخ الحدیث صاحب کے استاد ہیں اور حضرت مولانا وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے خلفاء میں ہیں۔

مجھے یہ سن کر بہت تعجب ہے کہ اب تک گنگوہ کبھی حاضر نہیں ہوئے پہلی دفعہ تشریف لا رہے ہیں، انکو اکابر کے جملہ مزارات پر اور حضرت قدس سرہ کے حجرہ کی بھی زیارت ہوسکے تو وہ بھی کرادیں، یہ پرچہ تعارف کیلئے لکھ رہا ہوں، فقط والسلام۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب
بقلم احمد گجراتی ۲۶ / ربیع الاول ۱۴۱۲ھ

۱؎ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوریؒ مراد ہیں جو مدرسہ ریاض العلوم گورینی کے ناظم و بانی تھے، بڑے عالم فاضل، عابد وزاہد بزرگ تھے، آپ کے علاقہ میں آپ سے کافی فیض پہنچا، بڑے مدارس بالخصوص دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے اراکین شوریٰ میں بھی رہے رحمۃ اللہ علیہ ۲؎ مراد حضرت مولانا شیخ یونس صاحب دامت برکاتہم العالیہ ہیں، جو اس وقت کے ایک بہت بڑے محدث ہیں، اور علامہ فہّامہ، علوم ومعارف، حقائق ودقائق، حکم واسرار دین پر مطلع عارف باللہ جامع کمالات ظاہری و باطنی بزرگ ہیں، کثیر الفیض والبرکت ہیں، اللہ پاک ان کی عمر میں صحت کے ساتھ برکت فرمائے اور فیض عام وتام فرمائے۔ آمین!

صرف اللہ پاک پر ہی بھروسہ کرو

عنایت فرمائیم جناب الحاج قاری شریف احمد صاحب گنگوہی مدفیوضہم

بعد سلام مسنون تمہارا محبت نامہ مؤرخہ ۱۱/ صفر یہاں آج ۴/ مارچ کو پہنچا اس بات کی مسرت ہوئی کہ مدنی تمر پہونچ گئی، تمہارا پہلا پرچہ قاری عباس کے ذریعہ سے پہنچ گیا تھا اسکا جواب لکھوا چکا ہوں پہنچ گیا ہوگا، آپ کے مدرسہ کی تعلیمی ترقیات سنکر بہت مسرت ہوئی اللہ تعالی مزید ترقیات سے نوازے۔

میرے اس لفافہ میں قاری عباس کے نام پرچہ تھا وہ انکو بھیجدیا، بھروسہ نہ حاجی سعید الدین پر کرو نہ کسی اور پر صرف مالک حقیقی اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرو، اسی سے مانگو وہی مسبب الاسباب ہے۔

حکیم صاحب سے سلام مسنون کے بعد کہدیں کہ دعاؤں میں کبھی نہیں بھولنا، اپنی اہلیہ سے بھی سلام مسنون کہدیں انکے لئے اور بچوں کے لئے بھی دل سے دعاء کرتا ہوں، اللہ جل شانہ تمہیں اور تمہاری اہلیہ کو بھی حج وزیارت نصیب فرمائے۔ آمین!

34

اس سال سنا ہے کہ حاجی کامل صاحب بھی تشریف لائے تھے، اس ناکارہ کو تو گنگوہ کی حاضری پر بھی زیارت نہیں ہوئی تو یہاں کیسے ممکن تھا کہ لاکھوں کا ہجوم تھا، البتہ مکہ مکرمہ میں معلم اور اسکے یہاں کے حاجیوں سے خیریت معلوم ہوتی رہی، مدینہ منورہ میں مولانا انعام صاحب[1] وغیرہ سے بغیر ملاقات کے مسجد نبوی میں ایک دو مرتبہ زیارت ہوئی، اور ایک مرتبہ روضۂ شریف پر گر بھی پڑے، جس پر یہاں کے لوگوں میں چہ میگوئیاں ہوئیں کہ عمداً گرے تھے یا کہ غفلت میں، اس کے متعلق اگر مجلس میں کوئی وہاں کچھ کان میں پڑا ہو تو ضرور مطلع کریں، فقط والسلام۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب
بقلم حبیب اللہ

حضرتؒ کی شفقت اور طعام گھر پر کھانا

عزیزم قاری شریف احمد صاحب سلام مسنون کے بعد گنگوہ سے آنے کے بعد برابر آپکے تعمیل حکم کی تجویزیں ہوتی رہیں، مگر جوں جوں دن قریب آرہا ہے خواص کا ہجوم بڑھتا جا رہا ہے۔

---

[1] آپ حضرت شیخؒ کے داماد امیر جماعت تبلیغ کبار علماء ومشائخ میں سے تھے، تاحیات دین کی خدمت میں گذاری اور کثیر فیض آپ سے امت کو پہنچا حضرت والد بزرگوار کے ساتھ بہت محبت رکھتے تھے حضرت والد صاحبؒ بھی حضرت شیخؒ اور مرکز کی نسبت سے ان کا بہت احترام فرمایا کرتے تھے حضرت والد بزرگوارؒ کے نام ایک جوابی مکتوب میں لکھتے ہیں مکرم بندہ جناب قاری شریف احمد صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بیحد مسرت ہے کہ جناب والا کے مدرسہ کے اکثر وبیشتر طلبہ پورے سال دعوت کی محنت میں پابندی کے ساتھ لگے رہتے ہیں اللہ تعالی

قبول فرمائے مزید اخلاص و استقامت کی دولت سے نوازے ۲۷/ نومبر ۹۰ء بندہ محمد انعام الحسن ۔ نیز ۱۴۱۳ھ کے ایک مکتوب میں لکھا ہے مکرم ومحترم جناب قاری شریف احمد صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کا مکتوب ملا آپکے مدرسہ میں تعلیم کے ساتھ فارغ اوقات میں طلبہ عزیز دعوت کے کام میں شوق وذوق سے حصہ لینے اور تعطیل میں تمام طلبہ کے جماعتوں کی امید وتوقع کی خبر باعث مسرت ہے اللہ جل شانہ مبارک فرمائے اور ترقیات سے نوازے، آمین یارب العالمین۔

اس وقت عزیزم ابوالحسن کا مشورہ یہ ہوا کہ ۶/ نومبر ہفتہ کی صبح کو انشاء اللہ تعمیل حکم میں گنگوہ حاضری ہوگی، حسبِ سابق ۱۲/ بجے تک تو مزار پر اسکے بعد دونوں خانقاہوں اور حکیم نھو صاحب کی ملاقات کے بعد آپ کے دروازہ پر حاضری ہوگی، کھانا آپ کے گھر کھایا جائیگا [۱] مدرسہ میں نہیں، میرے رفقاء میں تو صرف میرے جنازہ بردار چار پانچ نفر ہونگے اس کے علاوہ میرے ساتھ کوئی نہیں، اگر رائے پور کی طرح سے لوگ بیٹھے رہیں تو وہ میرے مہمان نہیں، اپنی ذمہ داری پر اور اپنی فیاضی سے کھلانا چاہیں تو مدرسہ میں، تمہاری اور صوفی رشید کی مصیبت یہ ہے کہ جتنی چاہے تم سے شرطیں کرلو مگر تم اختصار کو اپنی توہین سمجھتے ہو، مولانا انعام توہیں نہیں کہ روٹی گوشت ضروری ہو، میرے اور میرے ساتھیوں کے لئے اُڑد کی کھچڑی کافی ہے اسکے ساتھ اچار یا چٹنی

---

[۱] چنانچہ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ متعدد مرتبہ گنگوہ مزار اقدس اور مدرسہ میں تشریف لائے اور آپ کو سنکر ایک بڑی تعداد جمع ہو جاتی تھی ان سب لوگوں کا طعام مع اکابر متعدد بار حضرت والد بزرگوارؒ کے گھر پر ہوا اور متعدد بار صوفی رشیدؒ کے یہاں، حضرت مفتی محمود صاحبؒ ایک جگہ حضرت والد صاحبؒ کو مبارکباد دیتے ہوئے لکھتے

ہیں امسال بھی حضرت شیخ نے مشکوٰۃ شریف شروع کرائی، مبارک ہے زیادہ شرف مع مہمانوں کے جناب کے دولت خانہ پر کھانا تناول کرنے کا ہے اللہ تعالیٰ مبارک کرے، نیز حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاویؒ ایک خط میں لکھتے ہیں بڑا رشک آیا جب آپکے پاس حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم تشریف لے گئے اللہ تعالیٰ ان بزرگانِ دین کی توجہ آپ کی طرف زیادہ سے زیادہ مبذول فرمائے آمین، حضرت کی بہت سی کرامات کھانے کے سلسلہ میں ظاہر ہوئیں ان کا تفصیلی ذکر حیاتِ شریف میں آرہا ہے۔ اللہ پاک ہمارے تمام بزرگوں کے درجات بلند فرمائے اور علوم و فیوض سے ہم سب کو مالا مال فرمائے آمین۔

وغیرہ ہو، ابوالحسن کی رائے ہے کہ لہسن کی چٹنی بہترین چیز ہے۔

البتہ صوفی رشید صاحب سے ضرور کہلائیں کہ آپ ہر مرتبہ انکے یہاں مدعو ہوتے ہیں، اور اگر بھائی سعید صاحب[1] اسوقت تک کھانے اور چلنے کے قابل ہو جائیں تو ان کو اور مولانا ایوب صاحب[2] کو بھی، مگر براہ کرم اپنی گاڑی کا حال پہلے معلوم کر لیجئے وہ نازک تو نہیں ہے کبھی ادھر کے رہیں نہ ادھر کے، جمعہ کی شام کو یہاں پہنچ جائے، معلوم نہیں کہ آپ کی گاڑی میں کتنے آدمی آسکتے ہیں، میرے علاوہ چار پانچ جنازہ بردار تو ضرور ہیں، اگر گنجائش ہوئی تو ایک اور بڑھالونگا، فقط والسلام۔

حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب مدفیوضہم
بقلم مظہر عالم مظفر پوری
۲۱ رشوال ۱۳۹۴ھ

۱؎ حضرت گنگوہی قدس سرہ کے خاندان کے حضرات تھے اہل علم وفضل اور ذی اثر لوگوں میں شمار ہوتے تھے،۲؎ بھائی جی محمد سعید صاحب دارالعلوم دیوبند میں مدرس بھی رہے اور وہیں انتقال ہوا اور حضرت مولانا محمد ایوب صاحب الجمعیۃ کے ذمہ داروں میں سے تھے گنگوہ میں انتقال ہوا اللہ پاک مغفرت فرمائے درجات بلند فرمائے آمین۔

حضرت شیخ زکریاؒ سے تعلقِ ارادت کی کہانی

حضرت والد صاحبؒ کی زبانی

یوں تو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت ومحبت ،الفت ومودت کا والہانہ تعلق مظاہر علوم کی تعلیم کے دوران ہی سے رہا اور آپ کی خدمت میں حاضری کا شرف برابر حاصل رہا مگر دار العلوم دیوبند جانے کے بعد اس عقیدت وارادت میں مزید استحکام اور زیادتی پیدا ہوگئی حتی کہ دارالعلوم کی تعلیم کے دوران مستقلاً آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوکر آپ سے بالاستقلال اکتسابِ فیض شروع کیا جس کی شکل یہ ہوتی تھی کہ گنگوہ آنے کے لئے مجھ کو سہارن پور کا راستہ ہی اختیار کرنا پڑتا تھا اس لئے اکابر مظاہر علوم خصوصاً حضرت شیخؒ کی خدمت میں ضرور حاضری ہوتی حضرت غایت درجہ عنایت وشفقت فرماتے اس طرح مظاہر علوم ودارالعلوم کی چھ سالہ زندگی میں حضرت شیخ کی خدمت میں مسلسل حاضری ہوتی رہی اور اس زمانہ میں حضرت کی توجہات وعنایات سے استفادہ کا خوب موقع ملا اور فراغت کے بعد جب احقر یہاں مدرسہ میں مدرس ہوگیا تب بھی حضرت کی خدمت میں ہفتہ یا پندرہ دن میں جاتا رہتا تھا اور حضرت کی تشریف آوری بھی گنگوہ میں حضرت گنگوہیؒ کے مزار پر مہینہ دومہینہ میں ہوتی رہتی تھی

حضرت کی تشریف آوری کے ان مواقع پر بھی حضرت کی خدمت کا خوب موقع ملا اور اس طرح دن بدن حضرت کی محبت والفت توجہ وعنایت میں اضافہ ہوتا گیا مدینۃ الرسول ﷺ ہجرت فرمانے سے قبل حضرت کا معمول یہ تھا مہینہ دو مہینہ میں مزار پر تشریف لاتے اور عموماً سہارنپور سے اذانِ فجر کے فوراً بعد نماز پڑھ کر گنگوہ کے لئے روانہ ہو جاتے اور یہاں علی الصبح پہونچ جاتے اور چونکہ مزار پر جانے کا راستہ اس وقت میرے گھر کے سامنے ہی کو تھا اس زمانہ میں لکھنوتی روڈ اتنا اچھا نہیں تھا مزار جانے کے لئے بہتر راستہ قصبہ کے اندر کو میرے گھر کے سامنے سے گزرتا تھا اس لئے حضرت کی گاڑی جب میرے گھر کے سامنے پہونچتی تو ڈرائیور (بابو ایاز) جو دراصل حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کے ڈرائیور تھے، میرے گھر کے سامنے گاڑی ہلکی کر کے دو تین مرتبہ ہورن بجاتے اس زمانہ میں چونکہ لوگوں کے پاس گاڑیاں بہت کم تھیں اس لئے گھر کے سامنے کو گاڑی گزرنے کا موقع کم ہوتا تھا اگر میں گھر میں ہوتا تو ہورن کی آواز سن کر فوراً سمجھ جاتا تھا کہ حضرت کی گاڑی ہے اور میں ایک دم باہر نکل کر آتا حضرت سے ملاقات ومصافحہ کرتا اس کے بعد حضرت مزار پر تشریف لے جاتے اور میں بھی پیچھے پیچھے پہونچ جاتا اور یہاں گھر پر کھانا تیار ہو جاتا۔

بعض مرتبہ حضرت کا پروگرام ایسا ہوتا کہ جلدی کی وجہ سے نہ ٹھہرتے تھے تو گھر میں جو کھانا حضرت کے لئے تیار کیا جاتا وہ پورا کھانا دیگچی سمیت گاڑی میں رکھ دیا جاتا چنانچہ ایک مرتبہ حضرت گنگوہ تشریف لائے اور معمول کے مطابق بابو ایاز نے گاڑی کا ہورن بجایا مگر میں اتفاق سے گھر میں موجود نہیں تھا حضرت سمجھ گئے کہ وہ گھر میں نہیں ہے مگر محلّہ کے کئی لوگوں نے حضرت کو دیکھ کر گھر میں اطلاع کر دی کہ حضرت تشریف لائے ہیں اور مزار پر گئے ہیں تو اہلیہ نے اپنے بھانجے حافظ مقبول احمد صاحب مرحوم (جو اس وقت

مدرسہ میں مدرس تھے) مدرسہ سے کسی کے ذریعہ بلوایا اور کہا کہ حضرت شیخ تشریف لائے ہیں اور مزار پر گئے ہیں اور انداز یہ ہے کہ دو اڑھائی گھنٹہ کے بعد ہی واپس ہونگے تم یہاں دروازے پر رہو اور میں حضرت کے لئے کھچڑی تیار کرتی ہوں کیونکہ سردی کا موسم تھا اسی لئے اڑد کی دال والی کھچڑی ایک اچھی بڑی دیگچی میں تیار کردی جس میں خوب اچھی طرح گھی وغیرہ ڈال دیا اور اس کو بند کر کے ایک کپڑے میں باندھ کر حافظ مقبول صاحب کے حوالہ کردیا کہ دیگچی لے کر یہیں دروازہ پر بیٹھے رہو جب حضرت تشریف لائیں گے تو ہاتھ دے کر گاڑی کو ٹھہرا لینا اور یہ دیگچی حضرت کی خدمت میں پیش کر دینا چنانچہ کچھ دیر کے بعد سامنے سے حضرت کی گاڑی آئی تو حافظ مقبول صاحب نے دور سے ہی ہاتھ دے کر گاڑی رکوالی چنانچہ گھر کے سامنے گاڑی کھڑی ہوگئی حضرت نے پوچھا کیا بات ہے تو حافظ مقبول صاحبؒ نے وہ دیگچی سامنے کر دی اور کہا کہ قاری صاحب کے گھر میں سے میری خالہ نے یہ کھچڑی پیش کی ہے حضرت نے فرمایا کہ بھائی لیکر رکھ لو، چنانچہ رفقاء سفر نے وہ دیگچی لیکر گاڑی میں رکھ لی اور حضرت دوپہر میں کھانے کے وقت سہارنپور پہونچ گئے آپ کے پہونچنے سے کچھ دیر قبل لکھنؤ سے حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ مع اپنے چند رفقاء کے پہونچے ہوئے تھے کھانے کا وقت ہو چکا تھا خدام نے دسترخوان بچھایا اور کھانا دسترخوان پر چن دیا گیا سبھی دسترخوان پر تشریف لے آئے حضرت شیخ نے فرمایا ارے بھائی قاری شریف کی اہلیہ والی کھچڑی بھی لاؤ اور ساتھ میں علی میاںؒ سے یہ بھی فرمایا کہ ہمارے ان علاقوں میں سردی کے زمانہ میں اڑد کے چھلکے والی دال کی جو کھچڑی بنتی ہے وہ اصلی گھی ڈالے بغیر بھی مزیدار ہوتی ہے اور اصلی گھی ڈالنے سے تو بہت ہی مزیدار ہو جاتی ہے، چنانچہ اسمیں اصلی گھی بھی اچھا خاصا تھا جن جن حضرات کے سامنے رکھی گئی بہت مزے لے

کرانھوں نے کھائی جو باقی بچی حضرت نے اس کو رکھوا دیا اور فرمایا کہ کل دو پہر کے کھانے میں کام آئے گی تاہم اگلے دن دو پہر کو کھانے کے وقت بیرونی مہمان بڑی تعداد میں موجود تھے اور بڑے لوگوں میں سے تھے حضرت یہ کہہ کر کہ قاری شریف صاحب کی اہلیہ والی کھچڑی اندر سے گرم کر کے لاؤ پہلے دن بھی اس کا کافی چرچہ رہا جو لوگ مجھے نہیں جانتے تھے وہ پوچھتے رہے کہ یہ قاری شریف کون ہے جس کی اہلیہ کی طرف سے آئی ہوئی کھچڑی کا اس قدر اہتمام کیا گیا کہ باقاعدہ اس کو بچا کر رکھا گیا پھر نام لے کر منگایا گیا مہمانوں کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا یہ صرف حضرت شیخ کی وسعت ظرفی اور اپنے چھوٹوں کے ساتھ شفقت، عنایت محبت کی بات تھی کہ وہ ان کو سراہا کرتے تھے اور موقع بموقع وقتاً فوقتاً حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھے، نیز موقع حال کے مناسبت سے حضرت اپنے چھوٹوں کے ساتھ معاملہ فرماتے جس میں شفقت کا پہلو غایت درجہ غالب رہتا تھے چنانچہ ذیل کے واقعہ سے اس کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ گنگوہ تشریف لائے اولاً حضرت قطب الارشاد مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ کے مزار پر گئے وہاں سے فارغ ہو کر قطب عالم حضرت شاہ عبد القدوس صاحبؒ کے مزار پر پھر حضرت شاہ ابوسعیدؒ کے مزار پر سب جگھوں سے فارغ ہوتے ہوئے سہارنپور کے لئے روانہ ہوئے راستہ چونکہ میرے مکان کے سامنے کو ہی تھا اس لئے میرے مکان کے سامنے گاڑی روک کر مجھ کو آواز دی مگر مجھ کو نہ پا کر چل دئے سہارنپور کا راستہ ابھی چونکہ مدرسہ کے سامنے کو جاتا ہے اس وقت دار جدید کی مسجد زکریا کا قبلہ کی جانب والا مینار تعمیر ہو رہا تھا اور میں تعمیری پیڈ پر مستریوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا حضرت جب مدرسہ کے سامنے پہونچے تو حضرت نے اپنے ساتھیوں سے کہا

کہ دیکھو یہاں کہیں شریف تو کھڑا ہوا نظر نہیں آ رہا ہے ایک ساتھی نے جھانک کر دیکھا کہ میں مستریوں کے ساتھ مینار کے پیڈ پر بیٹھا ہوا ہوں اس ساتھی نے حضرت کو بتایا حضرت نے فرمایا چپ کے سے جلدی نکل چلواور دور جا کر یہ فرمایا کہ تم آواز دیتے یا کوئی طالب علم ہمیں دیکھ کر اس سے کہتا تو وہ اتنے اونچے سے گھبرا کر نیچے اترتا تو نہ معلوم کیا ہو جاتا کئی روز کے بعد جب میں سہارنپور گیا تو انہیں صاحب نے مجھ کو یہ واقعہ سنایا اور جب میں اندر جا کر حضرت سے ملا تو فرمانے لگے کہ بھائی ہم تو وہاں کو گزرے تھے تجھے دیکھا تو تو آسمان پر بیٹھا ہوا ہے مستریوں کے ساتھ ہم نے آواز دینا مناسب نہیں سمجھا یہ تھی حضرت شیخ کی اپنے چھوٹوں کے ساتھ غایت درجہ الفت ومحبت اور موقع ومحل کے اعتبار سے حد درجہ رعایت کہ آواز دینا بھی مناسب نہ سمجھا واقعی یہ تھے ہمارے اسلاف اور اکابر کہ اپنے متعلقین کے ساتھ سچی محبت رکھتے جس پر کسی دلیل کی ضرورت نہیں ان کے افعال اور معاملات ہی تعلق صادق کی علامت ہوا کرتے تھے۔

اس طرح ایک دوسرے موقع پر میرا چھوٹا لڑکا خالد سیف اللہ شام کے وقت سہارنپور گیا بعد مغرب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور بغیر کسی تعارف کے سلام کر کے بیٹھ گیا اور کہا کہ میری والدہ نے سلام عرض کیا ہے اور دعاء کی درخواست کی ہے اس پر حضرت نے فرمایا کہ تو کون ہے پاس بیٹھے ہوئے حافظ صدیق صاحب مرزاپوری نے حضرت کو بتلایا کہ یہ قاری شریف صاحب کا لڑکا ہے گنگوہ سے آیا ہے اس وقت حضرت کی طبیعت میں عجیب انشراح تھا فرمایا کہ تیرے باپ کے واسطے بھی تیری ماں کے واسطے بھی اور تیرے لئے بھی خوب دعاء کرتا ہوں اللہ تجھے عالم حافظ بنائے روز تو تیرے گھر جا کر تیری ماں کے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹی کھا کر آتا ہوں اس کے لئے دعاء

38

نہیں کروں گا تو اور کس کے لئے کروں گا حضرت کے اس طرح کے مشفقانہ اندازِ گفتگو سے ہر آدمی سمجھ سکتا ہے کہ اس حقیر کے ساتھ حضرت کو کس قدر والہانہ تعلق تھا اور بندے کو بھی حضرت کے ساتھ جو قلبی لگاؤ اور جگری محبت تھی درجِ ذیل جیسے واقعات اس کی عکاسی کرتے ہیں۔

ایک زمانہ وہ تھا کہ چینی کا ریٹ بازار میں ۱۰/۹ روپئے تھا لیکن جن لوگوں کا پرمٹ بنا ہوا تھا ان کو سرکاری کوٹے سے چار روپئے کلو مل جایا کرتی تھی اور یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت کے یہاں مہمانوں کے لئے صبح و شام دونوں وقت چائے بڑے اہتمام سے بنتی تھی مولوی نصیر احمد صاحبؒ جو حضرت کے مہمانوں کی چائے وطعام کا انتظام کرتے تھے ان سے میرا تعلق تھا انہوں نے مجھ سے ایک مرتبہ کہا کہ چینی بہت مہنگی آرہی ہے کچھ انتظام کرو مجھے بھی اس بات کا احساس ہوا اور گنگوہ آکر چینی کا انتظام اس طرح کیا کہ محلّہ پڑوس بستی میں جن لوگوں کے راشن کارڈ بنے ہوئے تھے اور وہ چائے کے عادی نہ ہونے کی بناء پر سرکاری کوٹے سے چینی نہ لیتے تھے ان کے پرمٹ لیکر سرکاری ریٹ سے تقریباً ۲۰ رکلو چینی ہر ہفتہ میں جمع کرلیا کرتا تھا اور جمعہ کی شام کو سہارنپور جاکر مولوی نصیر صاحب کے حوالہ کردیا کرتا تھا چونکہ یہاں مدرسہ میں اس دوران تعطیل شنبہ کی ہوا کرتی تھی برایں بنا میں جمعہ کی شام میں حضرت شیخؒ کی خدمت میں جاتا تھا جب میں مولوی نصیر صاحب کو چینی حوالہ کرتا تو وہ معلوم کرتے کہ چینی کتنے کی ہے تو میں مزاحاً ان کو دس روپئے کلو کے حساب سے دام بتلاتا وہ فرماتے کہ چھ ماہ کے بعد پیسے ملیں گے تو پھر ان سے پوچھتا کہ نقد کتنے ملیں گے تو وہ فرماتے کہ جس حساب سے لائے اسی حساب سے ملیں گے تو میں ان کو بتلاتا کہ چار روپئے کلو کے حساب سے لایا ہوں وہ فوراً پیسے نکال کر دیدیتے، چنانچہ

کافی عرصہ تک چینی کا بھاؤ یہی رہا اور میں ہر ہفتہ چینی اہتمام کے ساتھ لے جاتا رہا مگر میں نے کبھی اس کا تذکرہ حضرت شیخ سے براہِ راست نہیں کیا لیکن بزرگوں پر کوئی چیز کب تک مخفی رہتی ہے اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی کے ذریعہ سے اپنے خاص بندوں کو واقف کردیتا ہے جن میں ایک بڑا ذریعہ محبین و متعلقین کی جماعت ہے، بالآخر مجھے پتہ چلا کہ مولوی نصیر احمد صاحب حضرت شیخ کے سامنے اس کا تذکرہ کردیتے ہیں چونکہ مسلسل آمد ورفت کے سبب مولوی نصیر احمد صاحب سے میرا تعلق گہرا ہوگیا تھا اس لئے میں چائے مولوی نصیر احمد کے پاس ہی بیٹھ کر پیتا تھا اور کبھی ایسا بھی ہوا کہ کھانا ابھی تک پک کر تیار نہیں ہوا اور مجھے جلدی گنگوہ آنے کا تقاضا ہوتا تو مولوی نصیر احمد صاحب کے پاس کھانا کھاتے ہوئے حضرت شیخ نے مجھکو دیکھ لیا اور دیکھتے ہوئے ......گھر میں تشریف لے گئے میں کھانے سے فارغ ہوکر رخصتی کا مصافحہ کرنے گیا تو فرمایا کہ اب تو تیری دوستی مولوی نصیر سے ہوگئی ہے اس لئے مجھے تیرے کھانے کا فکر نہیں رہا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ جس کی دوستی مولوی نصیر سے ہوجاتی ہے مجھے اس کے کھانے کا فکر نہیں رہتا۔

حضرت شیخؒ کی کرامت کا کھلا مشاہدہ:

ایک مرتبہ حضرت شیخؒ مزار پر تشریف لائے آمد کے معاً بعد حضرت نے فرمایا واپسی جلدی ہی ہونی ہے ......حضرت کی منشاء کو سمجھ کر میں نے کھانا چائے وغیرہ کی پیش کش نہیں کی مگر ایک ڈیڑھ گھنٹہ مزار پر مراقب رہنے کے فوراً بعد اٹھتے ہی فرمایا کہ شریف تیرے گھر چلونگا مجھے فکر ہوئی کہ یا اللہ آج تو گھر میں ناشتہ کی کوئی بھی چیز نہیں ہے دودھ بھی دکانوں پر ختم ہوگیا ہوگا چونکہ یہ مئی جون کا زمانہ تھا اس وقت میں فجر کے فوراً بعد تو کچھ دودھ دکانوں پر مل جاتا تھا مگر دن بھر دودھ نہ

ملتا تھا اس لئے میں دوڑا ہوا گھر آیا اتنے میں حضرت بھی گاڑی سے گھر پہونچ گئے میں نے کمرے کا دروازہ کھولا حضرت کمرے میں تشریف لے آئے اور بیٹھتے ہی فرمایا کہ لا جلدی جو کچھ ہے ایسے وقت پر حضرت کا مزاج عجلت کا تھا اور مجھے اس کا بخوبی اندازہ تھا اسلئے میں نے فوراً ایک بچہ دکانوں پر دوڑایا تا کہ کہیں سے دودھ لے کر آئے مگر وہ خالی ہاتھ واپس آیا اس کو کہیں دودھ نہ ملا گھر میں صرف ایک انڈا اور صبح کا بچا ہوا کچھ دودھ جو ایک پاؤ سے کم مقدار میں ہوگا موجود تھا اہلیہ نے انڈے کو فوری طور پر نیم برشت کر کے اس پر نمک مرچ لگا کر بھیج دیا میں نے لیکر حاجی ابوالحسن صاحب کے ہاتھ میں دیدیا حاجی ابوالحسن صاحب نے فوراً حضرت کو کھلانا شروع کر دیا، میں نے گھر میں تقاضہ کیا کہ جلدی سے چائے بناؤ اور جو کچھ تھوڑا بہت دودھ رکھا ہے وہی دے دو بہت عجلت کے ساتھ اہلیہ نے چائے بنا کر چائے دانی میں ڈال کر اس دودھ کو جو صبح کا بچا ہوا رکھا تھا ایک طشت میں آٹھ دس پیالیاں اور دودھ دانی اور چائے دانی رکھ کر حضرت کے سامنے بھیج دی اور میں اس گھبراہٹ اور پریشانی میں تھا کہ یا اللہ آج بہت شرمندگی ہوگی سب کو چائے بھی نہ مل سکے گی چائے سامنے آتے ہی حضرت نے اپنے خادم خاص حضرت ابوالحسن صاحب سے فرمایا کہ تو تو چائے پیتا نہیں اس لئے ایک کپ دودھ پی لے اور پھر مجھے اور ان سب ساتھیوں کو چائے بنا کر دے دے حاجی ابوالحسن صاحب کے لئے جب میں یہ جملہ سنا تو میرے سانس اوپر کا اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا اور میں بے حد مضطرب ہوا کہ یا اللہ آج کیا ہوگا کہ تھوڑا سا تو دودھ ہے اس میں بھی ایک کپ

اور کم ہوگیا اب اتنے لوگوں کو چائے کیسے ملے گی الغرض حاجی ابوالحسن نے ایک کپ تو اپنے لئے انڈیل لیا اور ایک کپ چائے حضرت کو بنا کر دی، اس مختصر دودھ میں سب کا کام ہوگیا یہ حضرتؒ کی کرامت تھی، اسی کے قریب قریب دوسرا واقعہ جناب محترم حضرت مولانا حکیم عبدالرشید عرف نھومیاںؒ نے اپنا بیتا ہوا سنایا حکیم صاحب نے فرمایا کہ ذی الحجہ سے کچھ پہلے میری اہلیہ کا انتقال ہوگیا تھا میں رفیقِ حیات کے انتقال پر ملال سے بیحد متاثر و مغموم تھا ۱۰/ذی الحجہ کو علی الصبح عید کی نماز سے قبل سہارنپور بذریعہ اپنی گاڑی اپنی کار حضرت شیخ کے مکان پر پہونچا حضرت سے سلام وکلام کے بعد عیدالاضحیٰ کی نماز کے لئے حضرت کے ساتھ ہی گیا نماز پڑھ کر واپسی پر ساتھ آیا اور گھر کے دروازے تک پہونچ کر واپسی کے لئے مصافحہ واجازت چاہی حضرت نے فرمایا کہ آج بقرعید کا دن ہے اس لئے گوشت کھائے بغیر گھر جانے نہیں دونگا میں نے عرض کیا کہ حضرت گوشت میں تو بہت دیر لگے گی تو فرمایا کہ نہیں بلکہ صرف ۲۵ منٹ میں گوشت پک کر تمہارے سامنے آئے گا میں اندر حضرت کے ساتھ مکان میں جا کر بیٹھ گیا حضرت نے بعجلت زور سے مولوی نصیر صاحب کو آواز دی وہ فوراً آئے حضرت نے ان کو فرمایا کہ فوراً جانور ذبح کراؤ اور کلیجی گوشت وغیرہ نکلوا کر جلدی سے گھر میں بھیج دو میں یہ سب سن رہا تھا اور دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ مولوی نصیر صاحب قصاب کو بلائیں گے وہ جانور ذبح کرے گا پھر مولوی نصیر کلیجی گوشت وغیرہ گھر بھجوائیں گے وہ پکے گا یہ سب کچھ ۲۵ منٹ میں کیسے ہوجائیگا میں اسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کہ ۲۵/۳۰ منٹ

کے درمیان گوشت پک کر سامنے آ گیا حضرت نے فرمایا کہ کھاؤ اور جلدی جاؤ حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے حضرت کی کرامت کا قائل نہ تھا مگر اس روز اس بات کو دیکھ کر حضرت کی کرامت کا قائل ہو گیا۔

حضرت شیخ کی کرامت کا ایک عجیب وغریب واقعہ

حضرت مدینہ منورہ سے دہلی تشریف لائے تو میں نے اسی دن دہلی جا کر فوراً حضرت سے ملاقات کی اور اسی وقت حضرت سے یہ عرض کر دیا تھا کہ ہفتہ عشرہ میں جب بھی آپ گنگوہ تشریف لائیں گے تو کھانا میرے یہاں ہوگا حضرت نے منظور فرما لیا تھا اس کے بعد جس روز حضرت کا گنگوہ تشریف لانے کا ارادہ ہوا تو اس موقع پر حضرت مولانا انعام الحسن صاحب بھی دہلی سے تشریف لائے ہوئے تھے رات میں حضرت نے اپنے بعض خدام کے سامنے یہ فرمایا کہ صبح کو گنگوہ جانا ہے اس وقت شیروانی صاحب بھی حضرت کے یہاں مہمان تھے اور مولانا منور حسین صاحب پورنوی خلیفہ خاص بھی موجود تھے انہوں نے اور چند دوسرے حضرات نے بھی یہ بات سن لی حضرت علی الصبح جماعت سے نماز پڑھکر روانہ ہوئے اور ایک سوا گھنٹہ میں گنگوہ پہونچ گئے ایک گاڑی میں حضرت شیخ اور آپ کے خادم خاص حاجی ابوالحسن صاحب نیز دو صاحب اور تھے کل چار افراد ایک گاڑی میں مولانا انعام الحسن صاحب اوران کے خادم مولانا سلیمان گجراتی ہمراہ دو صاحبان اور تھے اور یہ بھی کل چار افراد ایک گاڑی میں تھے حضرت نے سہارنپور سے روانہ

ہونے سے قبل اپنے یہاں موجود مہمانوں کو یہ فرما دیا تھا کہ گنگوہ آنا ہوتو کھانے کا بندو بست خود سے کر لینا جیسے ہی ان حضرات کا قافلہ مزار پر پہونچا میں بھی ساتھ ساتھ پہونچ گیا اور حضرت سے سلام وکلام اور شرف نیاز حاصل کرنے کے بعد میں گھر واپس آ گیا اور گھر میں بتلایا کہ دو گاڑیوں میں کل آٹھ حضرات ہیں تم بارہ پندرہ افراد کے لئے کھانے کا انتظام کر لینا ایک گھنٹہ کے بعد پھر میں مزار پر واپس پہونچا تو حضرت شیخ کو دیکھا کہ مزار پر مراقبہ کی حالت میں ہیں اس ایک گھنٹہ میں پچیس تیس آدمی اور سہارنپور سے مزار پر پہنچ چکے تھے میں نے گھر اطلاع کرادی کہ ۳۰/۳۵ آدمیوں کا انتظام کرالینا پھر دوسرے گھنٹہ تک ۶۰/۶۵/ آدمی ہو گئے پھر میں نے گھر اطلاع کرادی کہ ۶۰/۶۵/ آدمی ہو گئے پھر آدھ پون گھنٹہ بعد آنے والوں کی تعداد ایک سو تک ہو گئی اور برابر بڑھتی رہی یہاں تک کہ سو سے اوپر پہونچ گئی میں مجمع کی بڑھتی تعداد کو دیکھ کر سوچ میں ڈوبا ہوا تھا اور گھر آ کر اطلاع دی کہ مہمان سو سے زائد ہو چکے ہیں میری اہلیہ کو حضرت کے ساتھ تعلق واعتقاد مجھ سے بھی زیادہ تھا انہوں نے اطمینان سے کہا کہ کچھ حرج نہیں حضرت شیخ کی برکت سے کھانا سب کے لئے کافی ہو جائے گا تاہم حضرت چار گھنٹہ کے بعد مراقبے سے فارغ ہوئے اور فرمایا کہ پیشاب کا تقاضہ ہو رہا ہے نیز اٹھتے وقت مجمع کی کثرت کو دیکھ کر فرمایا کہ قاری شریف کے گھر میری گاڑی اور مولانا انعام الحسن صاحبؒ کی گاڑی کے ساتھیوں کی دعوت ہے بقیہ سب لوگ اپنے کھانے کا انتظام کر لیں مزید تاکید اور شدت کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ دیکھو کسی کے گھر بغیر بلائے کھانے کے

لئے جانا چور بن کر جانا ہے اور ڈاکو بن کر نکلنا ہے حضرت جب یہ سب کچھ فرما چکے تو میں نے حضرت سے یہ عرض کیا کہ مجھے بھی کچھ کہنے کی اجازت دیجئے فرمایا کہ تو بھی کہہ لے کیا کہنا ہے میں نے مجمع کو مخاطب کر کے کہا کہ سب حضرات مہمان ہیں کھانا میرے گھر پر تناول فرما کر جانا اس پر حضرت نے پیشاب کے لئے چلتے ہوئے مڑ کر یہ فرمایا کہ کچھ لوگوں کو اور بلا دوں تو میں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت یہ تو پہاڑ سے بھی بلند آپ ہی کا ظرف ہے (آپ کے یہاں رات دن مہمانوں کا ہجوم رہتا ہے اور کسی کو بغیر کھائے نہیں جانے دیتے) بس دعاء فرما دیجئے کہ کھانا سب کے لئے کافی ہو جائے حضرت نے فرمایا کہ اچھا سب مہمانوں کو گھر لیکر چلو اور میرے بیٹھنے والی کوٹھری میں کسی کو نہیں بٹھلانا باہر بڑے کمرے میں بٹھلا کر کھانا کھلانا شروع کر دینا چونکہ بارہا آمد و رفت کی وجہ سے حضرت مکان کے کل زاویوں اور کمروں سے آشنا ہو گئے تھے اور اکثر تشریف آوری کے وقت کھانا اندر والے کمرے میں بیٹھ کر تناول فرماتے تھے، وہ بنسبت باہر والے کمرے کے چھوٹا تھا جس کو حضرت نے کوٹھری سے تعبیر کیا اور باہر والے کو بڑے کمرے سے موسوم فرمایا اس کمرہ میں بھی حضرت نے دو تین مرتبہ کھانا تناول فرمایا الغرض میں نے جلدی سے حضرت کے لئے اندر والے کمرہ میں بیٹھنے کا انتظام کرایا حضرت مع جملہ رفقاء و مہمانوں کے تشریف لائے اور اندر والے کمرہ میں بیٹھ گئے میں نے باہر مہمانوں کو بٹھلا کر کھانا کھلانا شروع کیا حضرت اندر بیٹھے ہوئے بار بار پوچھتے رہے کہ سب فارغ ہو گئے سب فارغ ہو گئے میں نے سب کی فراغت کے

بعد عرض کیا کہ حضرت سب فارغ ہو گئے حضرت نے فرمایا کہ اب ہمارے لئے
بھی کھانا لے آؤ یعنی حضرت اور آپ کی گاڑی کے رفقاء اور مولانا انعام الحسن
صاحب اور ان کی گاڑی کے رفقاء مع دو ڈرائیوروں کے کل دس افراد باقی رہ گئے
تھے انہوں نے بعد میں اسی اندر والے کمرہ میں بیٹھ کر کھانا تناول فرمایا اس کے بعد
حضرت مدرسہ اشرف العلوم دار جدید میں تشریف لے آئے اور آ کر ظہر کی نماز
پڑھی اور سہارنپور کے لئے روانہ ہو گئے میں چونکہ صبح سے بہت بھاگ دوڑ میں تھا
بھوک شدت کی لگ گئی تھی حضرت کے واپس ہوتے ہی فوراً گھر واپس آیا اور گھر
والوں سے کہا کہ مجھے کھانا دے دو مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے اب بھی جو سالن
بچا ہوا تھا وہ اتنا تھا کہ میرے لئے کافی ہو گیا اور روٹی تو کافی مقدار میں بچ گئی میں
نے شمار کی تو ان کی تعداد تقریباً ۲۴ ،۲۵ رکو پہونچی میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور
سکون کی ٹھنڈی سانس لی اب تک کہ اس طرح کے واقعات پہلے بزرگوں کے
متعلق سننے اور پڑھنے میں تو آئے تھے کہ کھانا کم تھا اور مہمان زیادہ تھے ان
بزرگوں کی برکت سے وہ کھانا سب کے لئے کافی ہو جاتا تھا مگر یہاں آج اس
بات کا بچشم خود مشاہدہ کیا اور اس کھلی کرامت کو سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا
نیز شیروانی صاحب نے مولانا منور صاحب سے فرمایا کہ کھانا دیکھنے میں تو ایسا
معلوم نہیں ہوتا مگر بہت لذیذ بنا ہوا ہے میں وہیں کھڑا ان دونوں حضرات کی گفتگو
سن رہا تھا حال یہ کہ وہ حضرات مجھ کو پہچانتے نہ تھے کہ میں ہی صاحب خانہ ہوں
میں نے کہا کہ حضرت شیخ کی برکت سے مزیدار ہو گیا ورنہ کوئی خاص بات نہیں اس

موقعہ پر اہلیہ کی خدمت اور ان کی حضرت شیخ کے ساتھ عقیدت کو فراموش کرنا بے حد ناسپاسی ہوگی انہوں نے مہمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد پر میری پریشانی کو دیکھکر فرمایا کچھ حرج نہیں حضرت شیخ کی برکت سے سب کے لئے کافی ہوجائے گا جس کھانے پر ان کا ہاتھ پڑ جاتا ہے اس کی لذت ہی عجیب ہوتی ہے۔

اسی طرح کا ایک دوسرا واقعہ یہ ہے کہ حکیم سعد صاحب اجمیری ابن حکیم سعید صاحب اجمیری مرحوم پاکستان سے آئے ،اور حضرت شیخ کے یہاں قیام فرمایا دوپہر کو حضرت شیخ کے ساتھ کھانے میں شرکت کی، دسترخوان پر اس روز حضرت کے یہاں مہمان زیادہ تھے چونکہ حضرت شیخ کا معمول یہ تھا کہ جس روز مہمانوں کی کثرت ہوتی تو پلاؤ کی دیگ مدرسہ کے مطبخ میں بنوالیا کرتے تھے اور جب پلاؤ کی دیگ حضرت کے یہاں آتی تو ناظمِ مطبخ کی جانب سے حساب کا ایک پرچہ بھی ساتھ آتا تھا حضرت اس پرچہ کی رقم اور کچھ زائد اپنی طرف سے مدرسہ میں جمع فرمادیا کرتے تھے۔

الغرض اس روز حکیم سعد صاحب نے بھی حضرت کے دسترخوان پر پلاؤ کھائی اور شام تک گنگوہ آگئے جب میری ملاقات حکیم سعد صاحب مرحوم سے ہوئی تو انہوں نے حضرت شیخ کے دسترخوان پر کھانا کھانے کا تذکرہ بندہ کے سامنے کیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ کھانا دیکھنے میں تو ایسا نہیں لگتا تھا کہ اتنا مزیدار ہوگا مگر کھانے میں بہت ذائقہ دار معلوم ہوا، نیز یہ بھی فرمایا کہ ہم لوگ اپنے گھروں میں بہت لاگت کی اور قیمتی پلاؤ بنواتے ہیں مگر کل جو حضرت شیخ والے دسترخوان پر پلاؤ

کھائی ہے اس جیسا مزہ نہیں آتا اور پھر خود ہی کہنے لگے بس یہ تو حضرت شیخ کی برکت ہے یہ تو وہ واقعات ہیں جو خود دیکھنے اور سننے میں آئے ہیں ورنہ نہ معلوم کتنے قصے ہوں گے جن میں حضرت شیخ کی کراماتوں کا ظہور ہوا اس پر قلم اٹھایا جائے تو ایک مستقل کتاب تیار ہوگی یوں حضرت شیخ کے دسترخوان پر ہر روز سیکڑوں لوگوں کا ہجوم رہتا تھا اور یہ بات کسی بھی صاحب نظر پر مخفی نہ تھی جو بھی حضرت شیخ کے یہاں حاضر ہوا آپ کی برکات سے فیضیاب ہو کر گیا۔

پہلوان حاجی محمود کا قصہ اور حضرت شیخ کی ایک اور کرامت

حاجی صوفی محمود صاحب پاکستان کے باشندے تھے حضرت شیخ کے متعلقین میں سے تھے ایک مرتبہ حضرت شیخ کے یہاں سہارنپور آئے ان کی خواہش تھی کہ گنگوہ حضرت گنگوہیؒ کے مزار پر ہو آؤں، پہلوان صاحب نے سہارن پور کے قیام کے دوران حضرت شیخ سے گنگوہ جانے کی اجازت چاہی تو حضرت نے فرما دیا کہ اپنے حساب سے جانا میری کوئی ذمہ داری نہیں چونکہ اس دوران سی آئی ڈی کا خطرہ لگا رہتا تھا انہیں ایام میں گنگوہ سے حضرت شیخ کی خدمت میں صوفی رشید احمد صاحب گنگوہی گئے پہلوان صاحب نے ان کے ساتھ جانے کے لئے عرض کیا مگر حضرت نے اجازت نہ دی حاجی محمود صاحب کی حضرت گنگوہیؒ کے مزار پر آنے کی بڑی تمنا اور آرزو تھی ادھر واپسی کے دن قریب ہوتے جارہے تھے یہاں تک کہ ان کے پاس پاکستان جانے کا ایک دن باقی رہ گیا میں گنگوہ سے حضرت کے یہاں حاضر خدمت ہوا پہلوان صاحب سے بھی ملاقات ہوئی انہوں

نے اپنے ارادہ کا میرے سامنے اظہار کیا میں نے ان کی بے پناہ تڑپ اور آرزو کو دیکھتے ہوئے کہا آپ میرے ساتھ چلیں میرے ساتھ گاڑی ہے میں آپ کو اپنی گاڑی سے واپس کر دوں گا چنانچہ میں نے حضرت شیخ سے عرض کیا۔

صوفی جی گنگوہ جانا چاہتے ہیں میرے ساتھ چلے جائیں گے، حضرت نے میری عرض پر اجازت تو مرحمت فرمادی مگر ساتھ ساتھ یہ بھی کہدیا کہ ان کو دوپہر ساڑھے گیارہ بجے تک واپس کر دینا میں صوفی جی کو لیکر باہر نکلا تو باہر مولانا خالد صاحب گنگوہی (حضرت گنگوہیؒ کے پرنواسے) مل گئے انہوں نے کہا میں بھی آپ کے ساتھ گنگوہ جاؤں گا یہ ایسے مقدس خاندان کے سپوت اور میرے ایسے گہرے بےتکلف دوست تھے کہ ان کو انکار کی گنجائش نہیں تھی اس لئے میں نے ان کو کہا کہ ہم تو تیار ہیں آپ ہمارے ساتھ بیٹھئے اس پر مولانا خالد سیف اللہ صاحب نے کہا کہ میں تو پہلے حاجی ابوالحسن صاحب سہارنپوری کے مکان پر محلّہ میں ناشتہ کروں گا پھر گھر سے کچھ سامان لاؤں گا تب گنگوہ چلیں گے چونکہ ان مولانا خالد صاحب نے اپنا مکان سہارنپور ہی بنالیا تھا یہاں پر ان کی سسرال تھی اب میں نے دل میں سوچا کہ آج تو پھنس گئے کیونکہ ادھر حضرت شیخ نے ساڑھے گیارہ بجے تک واپس آنے کی تعیین کر دی ادھر مولانا خالد صاحب ناشتہ اور سامان میں دیر کریں گئے الغرض مولانا ہم کو حاجی ابوالحسن صاحب کے یہاں ناشتہ پر لیکر چلے گئے وہاں پہونچ کر مولانا گھر سے سامان لائے اور ہم گنگوہ کے لئے روانہ ہو گئے گنگوہ پہونچ کر مزار پر فاتحہ پڑھی فاتحہ سے فارغ ہونے کے بعد ان کو ایک دو جگہ اور گھمایا پھر انہوں نے کہا میں حضرت حکیم نھو میاں صاحب کے یہاں بھی جاؤں گا چنانچہ میں

ان کو حکیم صاحب کے یہاں لیکر پہونچا تا کہ جب تک کہ وہ ملاقات وگفتگو کریں میں ان

ا؎ گنگوہ کے ایک علم فاضل تھے دارالعلوم دیوبند سے ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹۴۴ء میں فارغ ہوئے ،حضرت مفتی عبدالقدوس صاحب رومی اور مولانا سلیم اللہ خان صاحب اور مولانا ارشاد فیض آبادی کے ساتھیوں میں سے تھے ذہین فطین عالم تھے ،عربی میں خاص مہارت رکھتے تھے،عرب کے مختلف علاقوں میں انہوں نے بسلسلہ ملازمت قیام کیا اخیر زمانہ میں سہارنپور میں قیام فرمایا،حضرت والد صاحبؒ سے رفیقانہ مراسم تھے اور بڑے قدردان تھے ،ایک موقع پر انہوں نے فرمایا تھا کہ یہ وہ شخص ہے جس نے ہماری ٹوٹی ہوئی ناک جوڑ دی یعنی مدرسہ کا قیام اور خدمات دینی برسرزمین گنگوہ کی طرف اشارہ تھا،سہارنپور میں مدفون ہیں اللہ پاک مغفرت فرمائے درجات بلند فرمائے آمین۔

کو حکیم صاحب کے پاس چھوڑ کر گھر آ گیا جب میں واپس پہونچا تب تک وہ اپنی باتوں سے فارغ ہو چکے تھے میں ان کو گاڑی میں ساتھ لیکر سہارنپور پہونچا جس وقت ہم سہارن پور پہونچے تو گیارہ بج رہے تھے میں نے صوفی جی سے کہا کہ ابھی آدھا گھنٹہ ہے تب تک آگے چلکر روانگی بھی لکھوا آئیں چنانچہ ہم وہاں پہونچے اور روانگی لکھوا کر حضرت شیخ کے پاس واپس آئے تو ساڑھے گیارہ بج چکے تھے حضرت شیخ نے معلوم کیا کہ سب جگہ ہو آئے ہو میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کی دعاؤں سے سب جگہ ہو آئے ہیں اور سی آئی ڈی آفس میں روانگی بھی لکھوادی ہے اس پر حضرت شیخ بہت خوش ہوئے میں حیران تھا کہ اتنے مختصر وقت میں مکمل اطمینان وسکون کے ساتھ گنگوہ جانا وہاں سے واپس آنا جب کہ اس زمانہ میں راستے بھی اتنے بہتر نہ تھے پھر مختلف مقامات پر ملاقات گفتگو کرنا اور پھر (سی آئی ڈی) آفس میں روانگی بھی لکھوا دینا یہ سب کچھ حضرت شیخ کی دعاؤں کی برکت تھی اور ان کی باطنی توجہ کارفرما تھی ، اس طرح حضرت شیخ کی برکتیں اور کرامتیں بارہا

دیکھنے میں آئیں۔

تجارت میں حضرت شیخؒ کی کرامت ظاہر ہوئی

۱۹۶۱ء کی بات ہے جب میں نے حج بیت اللہ کا ارادہ کیا اور سفر حج کے خرچہ میں کچھ کمی دیکھی تو مدرسۃ البنات کی عمارت میں جو میٹا ڈور اسٹینڈ پر واقع ہے اس میں پیاز خرید کر اسٹاک لگایا تا کہ بھاؤ بڑھنے پر بیچ کر حج کی رقم میں واقع ہونے والی کمی کو پورا کیا جاسکے اس وقت لوگ مدرسۃ البنات کی اس عمارت کے خالی ہونے کی بناء پر اس عمارت میں اس طرح کا تجارتی سامان لگالیا کرتے تھے۔

میں نے یہ پیاز تین روپے من کے حساب سے خریدے تھے خیال تھا کہ بھاؤ بڑھ جائے گا مگر بھاؤ بڑھنے کے بجائے گھٹ گیا ادھر پیاز گلنے شروع ہو گئے میں نے حضرت شیخ الحدیث صاحب سے عرض کیا کہ احقر نے حج بیت اللہ کی درخواست دی ہے کچھ رقم کی کمی تھی اس لئے پیاز لگالئے تھے تا کہ ان میں کچھ نفع ہوجائے اور جو کمی ہو وہ پوری ہو جائے مگر اب بھاؤ بڑھنے کے بجائے گھٹ گیا اور پیاز گلنے شروع ہو گئے اس پر حضرت شیخ نے دعاء فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ انشاء اللہ بھاؤ بڑھے گا میں حضرت کی دعاؤں کے ساتھ واپس گنگوہ لوٹا اور حافظ سعید احمد صاحب سے کہدیا کہ اگر کوئی پیازوں کا گراہک ملے تو اس سے پیازوں کی بات چیت کر لینا حافظ سعید احمد صاحب چونکہ ہوشیار لوگوں میں سے تھے اسلئے یہ معاملہ ان کے سپرد کیا انہوں نے چند ہی روز بعد ایک تاجر سے تین روپے من کے حساب سے بات کر کے مجھے اطلاع دی کہ تاجر مل گیا ہے اور تین چار روز بعد رقم دیکر مال

اٹھالے جائیگا چنانچہ میں اس کا انتظار کرنے لگا تاکہ جلد ہی مدرسۃ البنات کی عمارت خالی کروں پانچ روز تک انتظار کرنے کے بعد جب وہ نہ آیا تو میں خود ہی منڈی گیا جاکر حافظ سعید صاحب سے ملاقات کی اوران کے پاس بیٹھ کر گفتگو کرنے لگا ابھی معلوم ہی کررہا تھا کہ سامنے سے وہ تاجر بھی آگیا حافظ صاحب نے اس سے کہا کہ اے کل کہاں تھا میں نے وہ سودا مالک کے حوالہ کردیا اوراب بیع فسخ ہوچکی ہے اس لئے کہ اب مدت گذرگئی اس طرح اس مرتبہ بھی پیاز رہ گئے مگر ہفتہ عشرہ کے بعد بھاؤ بڑھ گیا اور سبھی پیاز ۵ روپئے من کے حساب سے فروخت ہوگئے اس طرح غیر متوقع طریقہ پر نفع ہونا حضرت شیخ کی دعاء کی برکت اورآپ کی کرامت تھی آپ کی دعاء سے ناامیدی امید میں، مایوسی فرحت میں،نقصان کی شکل نفع میں تبدیل ہوگئی، بلاشبہ حضرت کی ذات والا صفات مستجاب الدعوات تھی نامعلوم کتنے دکھیاروں اور پریشان حال ستم رسیدہ لوگوں کے لئے ایک امید کی کرن اورغمگین افسردہ دل رنجیدہ خاطر حضرات کے لئے مرہم شفاء تھی۔

حضرت شیخ کا بندہ کے ساتھ بے حد مشفقانہ برتاؤ

ایک مرتبہ حضرت شیخ عیدالفطر کے ۴ یوم بعد گنگوہ تشریف لائے مدرسہ اشرف العلوم کی مسجد دارجدید میں نماز پڑھنے کے بعد حضرت نے فرمایا شریف احمد لاؤ کوئی کتاب شروع کرالو، میں نے کہا حضرت ابھی تو طلبہ بھی گھر سے نہیں آئے آپ نے فرمایا کہ تم بڑے علامہ مانے جارہے ہو میں فوراً لیکر حاضر ہوا اور جو مدرسین یہاں مدرسہ میں موجود تھے ان سب کو اٹھا کر کے مشکوٰۃ شریف شروع کرائی اورحضرت دعاء فرماکر

واپس سہارنپور تشریف لے گئے۔

حضرت شیخ کا کشف اور آپ کی محبت:

ایک دفعہ میں جمعہ کے دن سہارنپور حاضر ہوا جمعہ کے بعد حضرت کے ساتھ کھانا کھانے کا معمول تھا مگر میں نے اس روز باہر کے مہمان زیادہ دیکھے اس لئے میں دوسری جگہ کھانا کھانے کے لئے چلا گیا کھانے پر حضرت کے یہاں حاضر نہ ہو سکا بعد مغرب حاضرِ خدمت ہوا تو حضرت نے معلوم کیا کہ کھانے میں کہاں تھے میں خاموش رہا تو فرمایا کہ تیرے کھانے سے یہاں بڑی کمی پڑ جاتی۔

حالانکہ اس سے قبل بھی کئی مرتبہ میں کھانے میں غیر حاضر رہا مگر اس تصور سے نہیں رہا کہ مہمان زیادہ ہیں آج ہی یہ تصور ہوا اور آج ہی حضرت نے گرفت فرمالی۔

حضرت شیخ کی وسعتِ ظرفی وعنایات خاصہ

حضرت شیخ کے مزاجِ مبارک میں یہ بات سمائی ہوئی تھی کہ اپنے متعلقین کی طرف سے تھوڑے سے عطیہ کو بھی بہت سراہتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ کی بات ہے جس وقت آپ مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے حج کے مقدس ایام چل رہے تھے حجاج کے قافلوں کے قافلے بارگاہِ خداوندی میں حاضری کے لئے رواں دواں تھے، حضرت مولانا عبیداللہ صاحب بلیاویؒ بھی حج کے لئے تشریف لے جارہے تھے میں گنگوہ سے پیڑوں کا ایک ڈبہ لیکر مرکز نظام الدین مولانا سے ملاقات کے لئے گیا اور وہ ڈبہ مولانا عبیداللہ صاحب کے حوالہ کر دیا کہ یہ ڈبہ میری جانب سے حضرت شیخ کی خدمت میں پیش کر دینا چنانچہ وہ لیکر پہونچے اور حضرت کی خدمت میں پیش

کر دیا حضرت نے اپنی وسعت ظرفی اور مزاج کے مطابق وہی عمل فرمایا کہ ہر آنے والے کو کسی کو ایک پیڑا اور کسی کو آدھا پیڑا یہ کہکر دیئے کہ گنگوہ سے یہ پیڑے شریف احمد نے بھیجے ہیں لو حج کے مقدس سفر سے واپس آنے والوں میں سے کئی حضرات نے اس کا تذکرہ کیا کہ آپ نے کتنے پیڑے بھیجے تھے کہ کئی روز تک ان کا تذکرہ رہا میں نے کہا کہ پیڑے تو کم تھے مگر حضرت کی عنایات ومحبت زیادہ تھی۔

حضرت شیخ کے یہاں نسبتوں کا احترام

خانقاہِ قدوسیہ میں جو کمرہ حضرت شیخ عبدالقدوس صاحبؒ کی نشست گاہ رہا ہے اور وہی کمرہ حضرت امامِ ربانیؒ عالمِ حقانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی بھی قیام گاہ رہا ہے حضرت شیخ ایک مرتبہ جب گنگوہ تشریف لائے اور شاہ عبدالقدوس کے مزار پر تشریف لے گئے میں بھی ساتھ چلا تو آپ نے اس کمرہ کے متعلق فرمایا کہ دیکھو وہ کمرہ کھلا ہوا ہے یا نہیں میں دیکھنے گیا جو صاحب اندر بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے پوچھا کہ کیا دیکھتے ہو میں نے بتلایا کہ حضرت شیخ نے معلوم کرایا ہے انہوں نے یہ سنکر نہایت قبیح جواب دیا مجھے ان کے اس جواب اور طرز کلام سے ناگواری ہوئی جس پر ان کے ساتھ ایک مکالمے کی سی صورت پیدا ہوگئی الغرض میں قصہ ختم کر کے جلد حضرت شیخ کے پاس آیا حضرت نے معلوم کیا کہ کیا ہوا دروازہ کھلا ہے یا نہیں میں جواب میں کچھ نہ کہہ سکا اور خاموش کھڑا رہا حضرت فوراً سمجھ گئے، کہ کچھ گڑ بڑ ہوئی ہے کیونکہ حضرت شیخ ان صاحب کے مزاج

سے واقف تھے، حضرت فوراً مزار پر سے اٹھ کر سہارنپور کیلئے روانہ ہو گئے کئی ماہ
بعد میں جب سہارنپور گیا اور بعد مغرب حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور
کچے گھر کے دروازہ میں جب داخل ہوا تو باہر روشنی تھی، اور جہاں حضرت شیخ
تشریف فرماتے تھے وہاں اندھیرا تھا، آپ کے پاس ایک صاحب اور بیٹھے ہوئے تھے
میں ان کو تو نہیں دیکھ پایا مگر انہوں نے مجھے دیکھ لیا اور پہچان بھی گئے، انہوں نے
پوچھا میاں کامل صاحب کا کیا حال ہے میرے جواب دینے سے پہلے حضرت شیخ
نے فرمادیا کہ ان کا حال اس کو معلوم نہیں ہوگا، پھر دوبارہ انہوں نے معلوم کیا کہ
ننھے میاں کا کیا حال ہے؟ چنانچہ میں نے بتلایا کہ خیریت سے ہیں پھر حضرت شیخ
فرمانے لگے ارے بھائی! میری ایک بات سن لے میں جب بھی کاندھلہ جاتا تھا تو
اپنے سبھی عزیزوں سے تھوڑی دیر کے لئے ملاقات کرتا تھا ایک صاحب
کے پاس جب بھی میں جاتا اور سلام کرتا تو کبھی وہ مجھے بیٹھنے کے لئے برابر میں
رکھے ہوئے موڑھوں پر اشارہ کرتے تو میں بیٹھ جاتا اور کبھی کبھی اشارہ بھی نہیں
کرتے تھے تو میں تھوڑی دیر کھڑے ہو کر واپس ہو جاتا تاہم ایک دفعہ کاندھلہ
جانے کے وقت میرے ماموں مسٹر محمود صاحب مرحوم بھی ساتھ تھے کاندھلہ جا کر
میں حسب معمول ہر رشتہ دار کے پاس گیا ماموں ساتھ رہے آخر میں ایک صاحب
کے پاس ملاقات کے لئے ان کے گھر گیا جبکہ وہ رشتہ میں میرے عزیز ہوتے تھے
میں نے حسب معمول جا کر سلام کیا انہوں نے ہم کو بیٹھنے تک کو نہیں کہا ہم تھوڑی
دیر کھڑے ہو کر واپس ہو گئے ذرا دور چلنے کے بعد ماموں صاحب مرحوم مجھ پر خفا
ہوئے اور فرمایا کہ میاں زکریا تم نے ہماری ناک کٹوادی ہے کیا ضرورت تھی ان

کے پاس جانے کی جب وہ اپنی بات سے فارغ ہو گئے تو میں نے اپنے منھ پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ میری ناک تو صحیح سالم ہے اور ماموں جی آپ کی بھی صحیح سالم ہے اس کے بعد مجھ سے فرمایا کہ ہمارا تعلق گنگوہ میں حضرت گنگوہیؒ کے صاحبزادگان سے حضرت گنگوہی کی نسبت سے ہے اس لئے صاحبزادگان سے ملاقات کا معمول ہے ان کا جو بھی معاملہ ہو اس پر خیال نہ کیا جائے بلکہ ان کی نسبت کی طرف خیال کیا جائے میں نے اتنی بات کہہ کر اپنی بات ختم کر دی اس سے مجھے اندازہ ہوا کہ حضرت شیخ جس روز گنگوہ تشریف لائے تھے اور مجھے حضرت گنگوہی کے حجرہ کا دروازہ کھلا ہوا دیکھنے کے لئے بھیجا تھا اور وہاں پر حجرہ میں موجود ایک شخص کی تند مزاجی اور سخت کلامی سے مجھے ناگواری ہوئی تھی اور کچھ دیر ان سے سوال و جواب میں لگی جس کی بنا پر مجھے حضرت کے پاس جانے میں تاخیر ہوئی تھی حضرت نے پوچھا تھا کہ دروازہ کھلا ہوا ہے یا نہیں میں خاموش رہا تھا حضرت سمجھ گئے تھے کہ کوئی ناگوار بات پیش آئی ہے سہارنپور واپس تشریف لے آئے تھے کہ حضرت کے ذہن میں پورا واقعہ موجود ہے جس بناء پر اس کی وہاں آمد و رفت نہیں ہے اسی لئے جب ان صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ میاں کامل کا کیا حال ہے تو میرے جواب دینے سے پہلے حضرت نے فرمایا ان کا حال اس کو معلوم نہیں ہوگا پھر جب انہوں نے دوبارہ پوچھا کہ ننھے میاں کا کیا حال ہے اس پر حضرت شیخ نے فرمایا تھا کہ ان کا حال اس کو معلوم ہوگا یہ سب حضرت شیخ کی وسعتِ فہمی اور بصیرت کی واضح دلیل ہے کہ میرے خاموش رہنے سے پوری بات سمجھ گئے تھے جس کا آج مجھے بخوبی اندازہ ہوا، پھر حضرت شیخ نے اس ملاقات کے آخر میں فرمایا کہ حضرت اقدس مولانا رشید

احمد گنگوہیؒ کی نسبت کا خیال رکھواوران کی طرف سے کوئی ناگواری کی بات پیش آئےتو برداشت کر کے درگذر کرواس واقعہ سے بخوبی اندازہ ہوگیا کہ ان حضرات کے ذہن میں اپنے اکابر کی نسبت سے صاجبزادگان کا کس قدرخیال تھا۔

حضرت شیخ کےعفوودرگذر کا عجیب انداز اورتوجہ باطنی کا اثر

شہر سہارن پور کے ایک مولوی صاحب خواہ مخواہ حضرت شیخ سے عناد رکھتے تھے ان کی عداوت ومخالفت اس درجہ پہونچی ہوئی تھی کہ دکانوں پر ادھرادھر بیٹھ کر حضرت شیخ کی شان میں گستاخانہ الفاظ اور بے ہودہ باتیں بکتے تھے ان کی اس بے ہودہ گوئی اور بکواس کے متعلق حضرت شیخ کو بھی معلوم ہوتا رہتا تھا مگر حضرت اپنی زبانِ مبارک سے ان کے متعلق کچھ نہ فرماتے تھے ایک مرتبہ انہی مولوی صاحب نے حضرت شیخ کے خادم خاص حافظ انعام اللہ صاحب جن سے متعلق حضرت شیخ کے مہمانوں کے قیام وطعام کا انتظام سپرد تھا اوراسی خدمت میں حضرت کے یہاں ۳۳ رسال کا زمانہ گذارا نہایت ہی ہوشیار چست چالاک جرأت مند باہوش تجربہ کار بارعب آدمی تھے معاملات میں سنجیدگی سے کام لیتے تھے اور معاملات کے نہایت صاف ستھرے آدمی تھے جنہوں نے بعد میں ہمارے یہاں مدرسہ اشرف العلوم میں بھی لمبا عرصہ گذارا اور بہتر عمدہ طریقہ پر مدرسہ کی خدمت انجام دی یہ معاند مولوی صاحب حافظ انعام اللہ صاحب کے عزیزوں میں سے تھے انہوں نے حافظ صاحب سے کہا کہ اپنے پیر صاحب سے ہم کو بھی ملادو چنانچہ حافظ صاحب نے کہا بہت اچھا اندر جا کر حضرت شیخ سے عرض کیا کہ

مولوی صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں باہر بیٹھے ہیں حضرت نے فرمایا کہ ان کو بلاؤ حافظ صاحب مولوی صاحب کو اندر لے گئے مولوی صاحب نے حضرت کو سلام کیا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا جوں ہی مولوی صاحب کا ہاتھ حضرت کے ہاتھ میں پہونچا تو مولوی صاحب پر گریہ طاری ہو گیا ہچکیاں بندھ گئیں زبان ساکت ہے کچھ بولا نہیں جارہا ہے بس حال یہ ہے کہ آنسو نہیں تھمتے روتے چلے جارہے ہیں جب ان کا رونا بند ہوا تو سب سے پہلے زبان سے جو الفاظ نکلے وہ یہ تھے کہ حضرت معاف فرمادیں اس پر حضرت شیخؒ نے فرمایا جو کچھ اس سے پہلے اب تک کہا وہ بھی معاف اور جو کچھ آئندہ کہو گے وہ بھی معاف اس پر ان کا سر شرم سے مزید جھک گیا اور جب وہ واپس چلنے لگے تو حضرت شیخ نے حافظ انعام اللہ صاحب کو کہا کہ ان کو الماری میں سے چار سیب نکال کر دے دو یہیں کھالیں یا گھر لے جائیں ان کی مرضی ہے پھر کبھی مولوی صاحب نے حضرت کی مخالفت نہ کی یہ حضرت شیخؒ کی توجہ باطنی کا اثر تھا کہ دل کی دنیا یکا یک بدل گئی اللہ والوں کی توجہ باطنی ایسی موثر ہوتی ہے جس کے دل پر پڑ جاتی ہے اس کے دل کی دنیا بدل جاتی ہے اور اس کی بگڑی ہوئی حالت سدھر جاتی ہے۔

حضرت شیخ کا بندہ کے ساتھ حسنِ ظن

ایک مولوی صاحب پنجاب کے باشندے حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائپوریؒ کے خدام میں سے تھے ایک مرتبہ وہ مع اپنے رفقاء کے گنگوہ تشریف لائے پھر گنگوہ سے اطراف میں کنڈہ وغیرہ اپنی عزیز داری میں ملاقات کے لئے

دو تین دن بعد شنبہ کے روز گنگوہ مدرسہ اشرف العلوم رشیدی میں نو دس بجے پہونچے، میں اس روز دیو بند گیا ہوا تھا انہوں نے مجھ کو جب مدرسہ میں نہ پایا تو ایک طالب علم کو گھر بھیجا اور اس سے کہا کہ قاری صاحب کو بلا کر لاؤ میرا معمول یہ تھا کہ جب کہیں جانے کا ارادہ ہوتا تو طلبہ کو آگاہ نہ کرتا اس کا فائدہ یہ ہوتا تھا کہ طلبہ یہ سمجھ کر کہ میں یہیں کہیں ہونگا اپنے کام میں لگے رہتے تھے بہر حال اسی طرح آج بھی طلبہ کو معلوم نہیں تھا کہ میں دیو بند گیا ہوں وہ طالب علم عبد الرحیم نامی مجھ کو گھر دیکھنے گیا گھر سے بتلایا گیا کہ یہاں نہیں ہیں بچہ نے گھر پہ نہیں بتلایا کہ مہمان ہیں اور قاری صاحب کو معلوم کر رہے ہیں خیر اس نے خود سے یہ سوچا کہ جب قاری صاحب یہاں نہیں ہیں اور ان کے مہمان آئے ہیں تو میں دکان سے ان کے لئے چائے بنوا کر لے چلوں چنانچہ وہ طالب علم راستہ میں ان کے لئے چائے بنوانے لگا اس کو یہ خیال نہ تھا کہ مہمان بہت عجلت میں ہیں ادھر چائے تیار ہونے میں ذرا دیر ہوگئی جب وہ طالب علم چائے لیکر مدرسہ پہونچا تو وہ سب لوگ جا چکے تھے اس کی چائے بھی بے کار گئی یہ مولانا صاحب مع احباب گنگوہ سے چلکر سہارنپور حضرت شیخ کے یہاں پہونچ گئے حضرت سے ملاقات کی حضرت نے معلوم کیا کہ قیام کہاں رہا جواب میں مولانا نے کہا کہ قاری صاحب کو دکھلایا تھا مگر وہ گھر سے نہیں نکلے حضرت شیخ نے فوراً کہا قاری صاحب آپ کے کھانے کے ڈر سے چھپ کر بیٹھ گئے ہوں یہ تو ان سے امید نہیں ہے ویسے آپ لوگ بتلا رہے ہیں اللہ زیادہ جانتا ہے مگر بات دل کو لگتی نہیں یعنی حضرت شیخ کو ان کی بات کا یقین

نہیں آیا کہ قاری صاحب مہمانوں کو کھلانے کے ڈر سے چھپ کر بیٹھ گئے ہوں اور حضرت شیخ نے بات پر زیادہ اعتماد نہ کیا بلکہ میری مدافعت فرمائی تاہم بات ختم ہوئی اور اتفاق یہ ہوا کہ اگلے روز مولانا عبدالمعید صاحب خطیب مسجد کھوکھا بازار ممبئی تشریف لائے میرے مخلص اور بے تکلف دوستوں میں تھے گیارہ بجے یہ لوگ مدرسہ میں پہونچے میں ان کو ملاقات کے بعد گھر لیکر گیا اور ساتھ کھانا کھلایا اس کے بعد یہ حضرات مزار پر گئے اور پھر واپس سہارن پور پہونچ گئے جب حضرت شیخ کی خدمت میں پہنونچے تو حضرت شیخ نے دورانِ گفتگو پوچھا کہ کہا سے آرہے ہو بتلایا کہ دوپہر گنگوہ پہونچ گیا تھا وہاں سے آرہا ہوں معلوم کیا کہ کھانا کہاں کھایا بتلایا کہ قاری صاحب کے گھر، یہ سن کر سکوت فرمایا اور بات آئی گئی ہوگئی اور میں بھی دو تین روز کے بعد حضرت شیخ کی خدمت میں سہارنپور پہونچا حضرت سے ملاقات کی حضرت شیخ فرمانے لگے گنگوہ والوں کو کیا ہوگیا کہ بے چارہ فلاں مولوی صاحب جیسا غریب ان کے یہاں پہونچتا ہے تو ان کی وجہ سے گھر میں چھپ جاتے ہیں اور مولوی عبدالمعید جیسا امیر ممبئی کی مسجد کا امام پہونچے تو ان کی خوب دعوت ہوتی ہے میں سوچنے لگا کہ یہ کیا معمّہ ہے اور یہ دو باتیں جو میری طرف منسوب ہورہی ہیں ان میں سے ایک کی نسبت میری طرف ہونا تو ظاہر ہے کیونکہ مولانا عبدالمعید صاحب گنگوہ تشریف لائے تھے وہ مجھکو بخوبی معلوم ہے لیکن دوسری بات کی نسبت کہ فلاں غریب مولوی صاحب کے پہونچنے پر چھپ جاتے ہیں میری سمجھ میں نہ آئی اس لئے کہ ان کا گنگوہ پہونچنا میرے علم میں نہ تھا تاہم

میں اس معمہ کی عقدہ کشائی اور وضاحت کے لئے فکر مند ہوا اور یہاں حاضر باش حضرت حافظ صدیق احمد صاحب مرزاپوری کے پاس پہونچا اور پیش آمدہ پورا واقعہ ان کو سنایا اور ان کو بتلایا کہ حضرت شیخ اس طرح فرمارہے ہیں کیا بات ہے اس پر انہوں نے حقیقت حال سنائی اور بتلایا کہ فلاں مولوی صاحب حضرت شیخ کی خدمت میں آئے تھے اور انہوں نے حضرت شیخ کے معلوم کرنے پر بتلایا کہ گنگوہ گیا تھا اور قاری صاحب کے گھر اطلاع کرائی ان کو بلوایا مگر وہ گھر میں چھپ گئے اور گھر سے نہ نکلے حافظ صدیق صاحب سے یہ باتیں تو صبح کے وقت ہوئیں لیکن جب دوپہر کا وقت آیا اور وہ مولوی صاحب کھانا کھا کر نکلے اور حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ بھی ساتھ میں تھے میں نے ان مولوی صاحب سے کہا مولوی صاحب کیا آپ گنگوہ تشریف لے گئے تھے مولانا صاحب نے فوراً جواب دیا ہاں گیا تھا مگر آپ گھر سے نکلے ہی نہیں میں نے آپ کے گھر اطلاع بھی کرائی تھی اس پر میں نے ان سے کہا پہلی بات تو یہ ہے کہ اس روز میں گنگوہ ہی میں نہیں تھا دیوبند گیا تھا دوسری بات یہ ہے کہ چلو میں گنگوہ میں نہیں تھا کیا آپ گھر تشریف لے گئے وہ اس پر خاموش رہے میں نے کہا اولاً تو آپ گھر تشریف نہیں لے گئے پھر شکایت کس بات کی اگر تشریف لے جاتے اور اہل خانہ آپ کو نہ بٹھلاتے اور آپ کو کھانے وغیرہ کے لئے نہ پوچھتے تو آپ کی شکایت بجا تھی یہ آپ نے کیا کیا کہ حضرت سے بھی آکر نقل کردیا کہ قاری صاحب گھر سے نہیں نکلے یہ کیا ضروری ہے کہ آپ گنگوہ تشریف لائیں اور میں گھر پر ہوں آدمی کی سیکڑوں ضروریات ہیں

میں وہاں تھا بھی نہیں آپ نے یہ رائے کیسے قائم کر لی کہ میں گھر میں چھپ کر بیٹھ گیا ہوں اور گھر سے نہیں نکلا یہ جھوٹ شکایت اور بہتان تو آپ کے منھ پر آیا اور یہ خیال بالکل نہ آیا کہ میں کتنی ہی مرتبہ رائے پور آیا اور کئی روز وہاں رہا لیکن آپ نے کھانے کو نہ پوچھا بلکہ آپ کا حال تو یہ تھا کہ آپ کو ہڈیوں پر لڑنے سے فرصت نہ ملتی تھی، حضرت مفتی محمود حسن صاحبؒ نے فرمایا قاری شریف بس کیجئے اب تو بہت ہوگئی، اس کے بعد میں حضرت شیخ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ فلاں مولوی صاحب بار کے دن گنگوہ پہونچے تھے میں اس روز دیوبند گیا ہوا تھا یہ لوگ مدرسہ میں ہوکر واپس آ گئے گھر بھی نہیں پہونچے اس پر حضرت شیخ نے فرمایا کہ بھائی میں نے تو تیری طرف سے پہلے ہی صفائی کر دی تھی کہ قاری شریف احمد سے یہ امید نہیں کہ کوئی ہمارا متعلق (مہمان) کھانے کے وقت ان کے یہاں پہونچے اور بغیر کھانا کھائے واپس ہو جائے حضرت شیخ کی زبان مبارک سے یہ کلمات سن
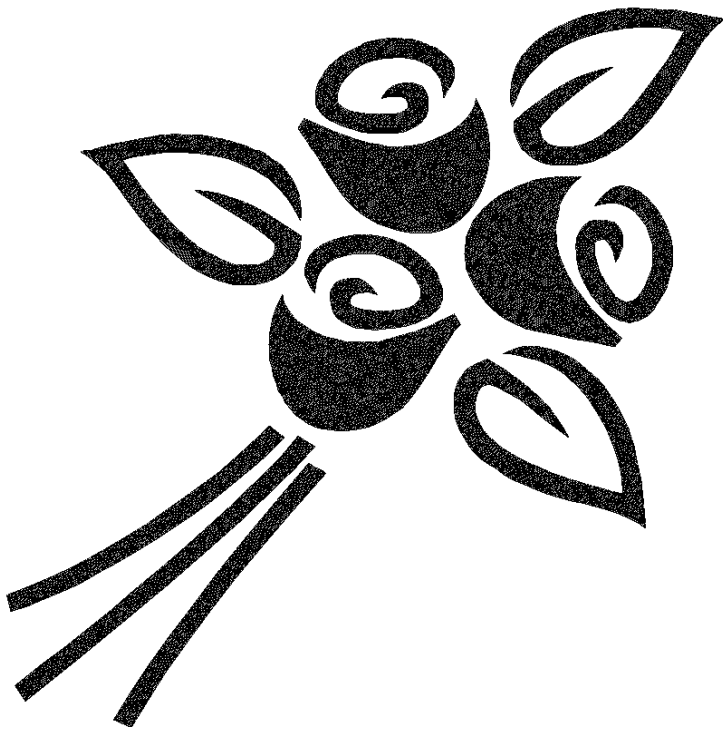
کر مجھے بڑی خوشی ہوئی اور اطمینان ہو گیا کہ حضرت شیخ پر ان کی شکایت کا کوئی اثر نہیں ہوا اور حضرت کا حسنِ ظن بندہ کے ساتھ بدستور قائم ہے بلکہ حضرت کو قوی اعتماد ہے اس لئے آپ نے مدافعت فرمائی یہ ایک واقعہ نہیں بلکہ سینکڑوں واقعات ہیں جو حضرت کی والہانہ شفقت ومحبت وعنایت پر دلالت کرتے ہیں بارہا حضرت نے اپنی شفقتوں اور دعاؤں سے نوازا ہے اللہ تعالیٰ حضرت کو مقامات رفیعہ نصیب فرمائے اور ساری امت کو آپ کے علوم ومعارف، اسرار وحکم سے فیض یاب اور مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

تذکرہ:

شیخ طریقت عارف باللہ

حضرت مولانا محمد طلحہ (پیر صاحب) دامت برکاتہم

جانشین شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کے بعد آپ کی عظیم الشان یادگار بقیۃ السلف جناب الحاج حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہ العالی ہیں جو ایک عظیم باپ کی اولاد ہونے کے ساتھ ساتھ خود بھی صاحب اوصاف وکمالات وصاحب نسبت بزرگ عالم ہیں حضرت شیخؒ کے بعد مرجع عوام وخواص بنے، آپ بھی شیخ کی طرح امت کیلئے درد رکھتے ہیں آپ کی مختلف مجالس میں اس کا اظہار ہو رہا ہے شریعت کی پابندی پر بہت زور دیتے ہیں اور بعض مرتبہ سخت

گیری بھی فرماتے ہیں موصوف امر بالمعروف نہی عن المنکر کے سلسلہ میں بہت آگے بڑھے ہوئے ہیں آپ کے بھی ملک و بیرون ملک بہت سے محبین متعلقین ومتوسلین ہیں اہل مدارس وخانقاہ وارباب تبلیغ سبھی آپ سے ربط وتعلق رکھتے ہیں آپ دیوبندی حلقہ میں متفقہ بزرگ ہیں نیز والد بزرگوار کی طرح تعلیم وتلقین ہدایات وارشادات کے سلسلہ جاری ہے دعاء نہایت الحاح وزاری سے فرماتے ہیں بحمد اللہ بہت سے ممالک میں آپ کا فیض جاری وساری ہے، حضرت والد صاحبؒ نے شیخؒ کے بعد آپ سے برابر تعلق رکھا اور مستقل طور پر نہایت ہی عقیدت واحترام کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضری دیتے رہے، راقم الحروف بھی ساتھ ہوتا اور حضرت شیخ کے گھر پر والد بزرگوار کی حاضری ہوتی حضرت مولانا طلحہ صاحب مدظلہ العالی کسی کام کی مشغولیت کی وجہ سے دیر میں بھی تشریف لاتے تو بھی والد بزرگوار نہایت عقیدت کے جذبات کے ساتھ انتظار میں بیٹھے رہتے اور اس مشقت کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت فرماتے اسی طرح راقم الحروف نے ایک مرتبہ قاری احمد گورے امام شاہی مسجد سہارنپور کے انتقال کے موقعہ پر حاجی کمال شاہ قبرستان میں دیکھا کہ حضرت اقدس مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہ العالی حاجی کمال شاہ مزار میں اندر تشریف لے گئے میں اور حضرت والد صاحبؒ پیرانہ سالی وضعف کے باوجود باہر انتظار میں کھڑے رہے، یہ سب حضرت شیخؒ کی اولاد سے محبت کے جذبات کا اظہار تھا۔

حضرت اقدس مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہ العالی کو بھی حضرت والد صاحبؒ

سے نہایت ہی والہانہ تعلق تھا وہ حضرت والد صاحبؒ کی زندگی میں جامعہ اشرف العلوم گنگوہ میں تشریف لاتے رہے، نیز حضرت والد صاحبؒ کی وفات کے بعد بھی آپ کی اولاد کے ساتھ محبت اور جامعہ اشرف العلوم میں تشریف آوری کا سلسلہ جاری ہے ،اللہ پاک ان کی عمر میں برکت فرمائے اور امت کو زیادہ سے زیادہ فیض یاب فرمائے آمین۔

2